ماہنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ۱۴	ذی الحجہ ۱۴۲۶ھ ۔ جنوری ۲۰۰۶ء	شمارہ : ۱

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مدیر اعلیٰ	نائب مدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے.........سالانہ ۲۰۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات......سالانہ ۵۰ ریال

بھارت، بنگلہ دیش................سالانہ ۱۲ امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ....................سالانہ ۱۴ ڈالر

امریکہ...............................سالانہ ۱۶ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبرات

جامعہ مدنیہ جدید : 092 - 42 - 5330311

خانقاہ حامدیہ : 092 - 42 - 5330310

فون/فیکس : 092 - 42 - 7703662

رہائش "بیت الحمد" : 092 - 42 - 7726702

- موبائل : 092 - 333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	5
انسانی عادات اور اللہ کا عذاب	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۱
افتتاحی خطاب	حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب	۱۶
طلبۂ دینیہ سے خطاب	جناب قمر عثمانی صاحب	۳۱
ماہِ ذی الحجہ کے فضائل واحکام	حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب	۳۲
بسنت کا تہوار	حضرت مولانا محمود الرّشید صاحب	۵۱
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۵۶
نبوی لیل ونہار	حضرت مولانا سعد حسن صاحبؒ	۵۸
دینی مسائل		۶۰
اخبار الجامعہ		۶۴
راستی کا راستہ	جناب آثر جونپوری	۶۴

آپ کی مدتِ خریداری ماہ ....ختم ہوگئی ہے

آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ..............روپے جلد اِرسال فرمائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سید محمود میاں

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم اما بعد !

۲۲ر دسمبر کے بعد سے اخبارات میں یہ خبریں نمایاں سرخیوں کے ساتھ آرہی ہیں کہ سکولوں کی دینیات کے نصاب سے حکومت نماز یا طریقۂ نماز کو خارج کر رہی ہے۔

نماز کی اہمیت سے کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا۔ اس کی فرضیت قرآن پاک سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا (سورۃ النساء آیت ۱۰۳) یعنی بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقرر وقتوں میں۔ دُوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَاتَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (سورہ رُوم آیت ۳۱) یعنی سب رجوع ہوکر اُس کی طرف، اور اُس سے ڈرتے رہو اور قائم رکھو نماز اور مت ہو شرک کرنے والوں میں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، سب سے پہلی چیز اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا اقرار ہے اور اس کے بعد پانچ نمازوں کو قائم کرنا ہے۔ نبی علیہ الصلٰوۃ والسلام کو معراج کی شب آسمانوں کی سیر کرائی گئی اور جنت و دوزخ بھی دکھلائی گئی، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ کو نماز کا تحفہ عنایت فرمایا اور دن ورات

میں پانچ بار اپنی بارگاہ میں حاضر ہوکر اس کی بندگی بجالانے کو ضروری قرار دیا، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ نماز مؤمن کی معراج ہے، یہ ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے، اِس کے انکار سے انسان کافر ہوجاتا ہے اور اِس پر عمل نہ کرنے سے کافروں کے مشابہ ہوجاتا ہے، یہ کسی صورت میں بھی معاف نہیں ہوتی۔ جس طرح مسلمانوں پر اِس کا پڑھنا لازم ہے اسی طرح اپنے بچوں کو اس کا سکھانا اور تربیت دینا بھی لازم ہے، قیامت کے دن حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا سوال کیا جائے گا اس کے بعد باقی حقوق کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

حکومت نے خدانخواستہ اگر ایسا غلط فیصلہ کرہی لیا ہے تو عوام پر لازم ہے کہ وہ اِس کی ڈٹ کر مخالفت کریں اور کسی بھی صورت اِس فیصلے کو قبول نہ کریں، اس کے لیے جو بھی قربانی دینی پڑے اُس کے لیے تیار ہوجائیں کیونکہ اس فیصلے کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ نئی نسل کا تعلق دین سے توڑ دیا جائے جو سراسر کفر ہے۔ اس اقدام کے پس پردہ عیسائی اور یہودی، قادیانی اور آغا خانی ہاتھ کارفرما ہے، اس ہاتھ کو توڑنے کے لیے ہر مسلمان کو بلا تاخیر اُٹھ کھڑے ہونا چاہیے اور جب تک حکومت اپنے اِس ناپاک اقدام کو واپس نہیں لے لیتی، چین سے نہیں بیٹھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

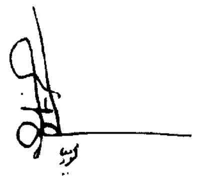

درسِ حدیث

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب (مہتمم جامعہ مدنیہ جدید) ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ کو بعد از نمازِ عصر شام 4:00 بمقام 537-A فیصل ٹاؤن نزد جناح ہسپتال مستورات کو حدیث شریف کا درس دیتے ہیں۔ خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے۔ (ادارہ)

مولای صل وسلم دائما ابدا | درس حدیث | علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحب ؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔
اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔(آمین)

اہلِ بدر اور بیعتِ رضوان والے جہنم میں نہ جائیں گے

حضرت عثمانؓ کی بیعتِ رضوان کے موقع پر خصوصی فضیلت اور معترضین کا جواب

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

کیسٹ نمبر ۴۸ سائیڈ اے (۲۸۔۶۔۱۹۸۵)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علی خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین امابعد !

بات یہ چل رہی تھی کہ وہ صحابہ کرامؓ جو حدیبیہ میں شامل ہوئے اُن کی فضیلت میں ایک روایت تو پہلے گزری تھی، اب ایک روایت میں یہ آرہا ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ لَّا یَدْخُلَ النَّارَ اِنْشَآءَ اللّٰہُ اَحَدٌ شَہِدَ بَدْرًا وَ الْحُدَیْبِیَّۃَ [۱] مجھے یہ اُمید ہے وزنی اُمید ہے کہ انشاء اللہ کوئی بھی ایسا صحابی جس نے بدر میں اور حدیبیہ میں شرکت کی ہو وہ آگ میں نہیں جائے گا، یہ مجھے قوی اُمید ہے۔

---

۱ مشکوۃ شریف ج ۲ ص ۵۷۸

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا اشکال :

میں نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلَیْسَ قَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو جہنم کے پاس سے نہ گزرے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس آیت سے یہ سمجھیں جو جہنم کے پاس جائے گا تو وہ جہنم میں جائے گا، سب کو اُس جہنم کا حصہ پہنچنا ہے۔

اشکال کا جواب :

تو آپ نے فرمایا فَلَمْ تَسْمَعِیْہِ یَقُوْلُ آقائے نامدار ﷺ نے انہیں جواب دیا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے یہ بھی تو فرمایا ہے ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا پھر ہم اُن لوگوں کو بچالیں گے نجات دلا دیں گے جو متقی ہوں۔ تو ایسی صورت ہے کہ جہنم پر سے گزرنا ہوگا۔ وہ دوسری حدیثوں میں آتا ہے اور یہ بھی آتا ہے کہ اس میں بڑے بڑے کانٹے ہیں، وہ کانٹے کھینچ لیں گے انسان کو۔ اور ان میں یہ تاثیر ہے کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے کردیتے ہیں مِنْھُمْ مَّنْ یُّخَرْدَلُ کوئی ان میں ایسا ہوگا کہ جس کے ایسے ریزے ہوجائیں گے جیسے رائی کے دانے ہوتے ہیں اور مِثْلَ شَوْکِ السَّعْدَانِ "سعدان" ایک گھاس ہے جس کے کانٹے ہوتے ہیں ان کے کانٹوں کی طرح سے وہ ہیں لیکن لَا یَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِھَا اِلَّا اللّٰہُ وہ کتنے بڑے بڑے ہیں یہ تو اللہ جانتا ہے۔ گویا اُن کی وضع وہ ہے لیکن بڑے بہت ہیں۔

جہنم کی آگ کی مثال :

اور ایک چیز یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ جہنم کی آگ میں اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ اللہ سب کو پناہ میں رکھے بچائے رکھے، ایسی تاثیر ہے کھینچنے کی جیسے آپ دُنیا میں دیکھتے ہیں یہ بجلی جو ہے یہ پکڑ کر بس کھینچ لیتی ہے چھوڑتی نہیں، جو چُھڑانے کے لیے آئے اور ہاتھ لگائے وہ بھی پکڑا جاتا ہے۔ اس طرح کی چیز ہے اُس میں کھینچ لیتی ہے۔ مثلاً حدیث میں ایک جگہ آپ نے فرمایا کہ ایک تنور ہے جہنم میں میں نے دیکھا کہ اُس میں سے لوگ آگ کی لپٹ کے ساتھ اُوپر اُٹھ آتے ہیں اور ایسے کہ میں سمجھتا تھا کہ وہ باہر نکل آئیں گے لیکن پھر اندر چلے جاتے تھے تو گویا کھینچنے والی چیز تھی تو کھینچنے والی چیز جو ہے وہ تو اُوپر بھی لائے گی پھر نیچے بھی کھینچ کرلے جائے گی وہ تو ایسی ہوئی جیسے ربڑ میں آپ گیند باندھ لیں تو اُسے پھینکیں بھی تو وہ کھینچ آئے گی، ربڑ کھینچ لے گی اُسے، اِس طرح کی کیفیت وہاں کے

بارے میں جابجا جب مطالعہ میں آئی حدیثوں میں پڑھی تو مجھے یہ ذہن میں آیا کہ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے یہاں بجلی کی ہوتی ہے کہ وہ پکڑ کر بس کھینچ لے گی۔ اس طرح وہ بھی کھینچ لے گی اور چھوٹنا مشکل ہے اُس سے۔ اُوپر سے جو گزریں گے اُن کی ایسی رفتار بھی ہوگی کہ بالکل پتا بھی نہیں چلے گا ایک دم گزر جائیں گے۔ کسی کی رفتار سست ہوگی کسی کہ کچھ ہوگی اُن میں سے مَنْ یُّوْبَقُ بِعَمَلِهٖ اپنے عمل کی وجہ سے وہ ہلاک کر دیا جاتا ہے ہلاکت میں ڈال دیا جاتا ہے۔ ہلاکت کا مطلب موت نہیں ہے، وہاں کا عذاب جو ہے وہ ہلاکت ہے۔ تو فرمایا مِثْلَ شَوْكِ السَّعْدَانِ وہ کانٹے ہیں جو کھینچ لیتے ہیں۔

مثال سے وضاحت :

یہ مقناطیس جو ہے اگر اس کے سامنے آپ دس چیزیں رکھ دیں، ایلومینیم بھی رکھ دیں، پیتل بھی رکھ دیں، تانبا بھی رکھ دیں، چاندی بھی رکھ دیں، سونا بھی رکھ دیں، لوہا بھی رکھ دیں۔ کھینچے گا یہ لوہے ہی کو، باقی سب چیزوں کو چھوڑ دے گا کیونکہ کشش اِسے اُدھر ہے۔ لوہے سے اِس کا تعلق ہے۔ اسی طرح انسانوں کے اندر جب گناہوں کی آمیزش ہوگی تو اُن کے لیے وہ کھینچنے والی چیز ہے۔ اور جن میں نہیں ہے اُن کو کوئی اثر نہیں ہے اُس کا۔

مومن کا اثر آگ پر پڑے گا :

بلکہ بعض احادیث میں اِس کا اُلٹ بھی آتا ہے کہ مومن کی وجہ سے آگ پر اثر پڑے گا کہ وہ ٹھنڈی ہوجائے گی۔ اور یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں ایک بادشاہ (نمرود) کو یہ چیز نبی کے ذریعہ دکھائی ہے اور قرآن پاک میں اُس کا ذکر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے وہ ٹھنڈی ہوگئی تو کامل الایمان حضرات جو ہیں اُن کی وجہ سے آگ پر اثر پڑے گا اور وہ اللہ سے کہے گی کہ اِس کا اثر میرے اُوپر پڑ رہا ہے۔ کیونکہ اپنی قوت میں کمی کوئی بھی نہیں لانا چاہتا، نہ جہنم اپنی قوت میں کمی لانے پر تیار ہے، نہ جنت اپنی قوت میں کمی لانے پر تیار ہے، نہ کوئی انسان اپنی قوت میں کمی لانے پر تیار ہے۔ ہر ایک کا دل یہی چاہتا ہے کہ میں قوی رہوں مضبوط رہوں، اسی طرح وہ بھی اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کرے گی، تو یہ بھی آتا ہے حدیثوں میں۔ تو اللہ تعالیٰ ہمیں اُن لوگوں میں رکھے جو اُس کی رحمت کے سائے میں رہیں گے۔ تو اِن حضرات کے بارے میں فرمایا جو حدیبیہ کے موقع پر

شامل ہوئے ہیں اُن میں سے کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔

اندازِ بیان :

حدیث شریف میں آتا ہے لَا یَدْخُلُ النَّارَ اِنْشَآءَ اللّٰہُ اَحَدٌ یہ انداز بیان ہے جناب رسول اللہ ﷺ کا، کہ آپ بالکل دعوے سے جو بات فرمانی چاہتے ہیں اُس میں بھی اُمید کا لفظ لے آتے ہیں اَرْجُوْا مجھے اُمید ہے اور لَعَلَّ شاید ایسے ہو، اسی طرح یہاں بھی ہے اِنْشَاءَ اللّٰہُ جہنم میں انشاء اللہ اُن لوگوں میں سے جنہوں نے بیعتِ رضوان کی ہے درخت کے نیچے بیٹھ کر، کوئی بھی نہیں جائے گا۔

بیعتِ رضوان کی وجہ اور حضرت عثمانؓ پر اعتراض کا جواب :

حضرت آقائے نامدار ﷺ نے ایک کام سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا مکہ مکرمہ میں، تو معترضین نے اُن کے دور میں یہ اعتراض کیا کہ بیعت کرنے والوں میں تو وہ نہیں تھے۔ تو یہ نہیں خیال کیا کہ بیعت نہ کرنے کی وجہ کیا تھی؟ بیعت نہ کرنے کی وجہ یہی تھی کہ اُن کو آقائے نامدار ﷺ نے کام سے، بات چیت کرنے کے لیے مکہ مکرمہ میں بھیجا تھا اور یہ اُمید تھی کہ اُن کے رشتہ دار وہاں کافی ہیں، اُدھر کوئی بدتمیزی کریں یا جان سے ہی ماردیں، شہید کردیں ایسا نہیں ہوگا۔ لیکن ہوا یہ کہ جب وہ گئے تو اُن لوگوں نے گھیرا ڈال لیا۔ اب یہ جو دیکھا صحابہ کرامؓ نے کہ اُن کے گرد بہت سے لوگ ہوگئے ہیں تو وہ نظر نہیں آئے تو اِس سے ایک تردّد اور پریشانی ہوئی کہ کیا کیا اِن کے ساتھ۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک بیعت لی کہ اگر ایسی صورت ہوئی اور لڑائی کی نوبت آئی گی تو ہم لڑیں گے بھاگیں گے نہیں چاہیں ماریں جائیں، تو کوئی صحابی تو ذکر کرتے ہیں کہ ہم نے موت پر بیعت کی۔ موت تک بیعت کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ضرور مرہی جائیں گے، موت تک بیعت کا مطلب یہ ہے کہ ہم جمیں رہیں گے اگر لڑائی ہوئی چاہیں مرجائیں۔ تو اِن حضرات نے اُس وقت ایک پریشانی کے عالم میں جبکہ وطن سے دُوری بھی تھی، سفر بھی کئی دن کا تھا مدینہ منورہ کا، اب تو وطن مدینہ منورہ ہوچکا تھا اور یہ علاقہ جو تھا یہ قریش کے قبضہ میں تھا۔ تو اُس وقت سارے مسلمانوں نے جوش کا مظاہرہ کیا، بڑے پُر جوش تھے اور بڑا اطمینان تھا اُنہیں، وہ سمجھتے تھے کہ بالکل ابھی ہمیں حکم ملے ابھی حملہ کریں ابھی ختم کیے جائیں، یہ قوتِ ایمانی اور قوتِ رُوحانی اور عزم اور خدا کی

راہ میں جہاد کا اُن کا یہ جذبہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی جو یہ کیفیت تھی قلبی اور ایمانی اِس کو جمادیا اُن کے دلوں میں کہ بس یہ عمر بھر کے لیے اِسی طرح رہے گی یہ کیفیت، تو جب ساری عمر کے لیے اسی طرح ہوگئی یہ کیفیت اُس کا ذکر کیا ہے لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اللہ تعالیٰ راضی ہوگئے اُن مومنین سے اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ اللہ تعالیٰ نے جو اُن کے دلوں میں بات تھی وہ ظاہر اُدِکھادی سب کو، خود تو جانتا ہے وہ، ظاہر اُسب کو پتا چل گیا، اُن پر سکینہ نازل فرمادیا۔

سکینہ ایک بہت بڑی دولت ہے :

''سکینہ'' ایک ایسی چیز ہے کہ دل کو بالکل سکون اور اطمینان ہو، یہ بہت بڑی دولت ہے۔ ایک بادشاہ ہو اور غیر مطمئن ہو یہ بھی ہوسکتا ہے، ایک مزدور ہو اور مطمئن ہو یہ بھی ہوسکتا ہے۔ یہ سکینہ خدا کی طرف سے جو سکون نازل کردیا جائے وہ تو بہت ہی بڑی ایک چیز ہے، اُس کا ذکر فرمایا کہ جب اِن لوگوں نے یہ کیا تو ہم نے سکینہ نازل فرمادیا، اُن کو یہ جزادی۔

اب حضرت عثمانؓ کے دور میں جب اُن پر اعتراضات ہوئے تو معترضین نے یہ واقعہ تو سارا حذف کردیا اور یہ اعتراض کیا کہ جس وقت یہ بیعت لی جارہی تھی اُس وقت حضرت عثمانؓ موجود نہیں تھے۔ گویا بیعتِ رضوان کرنیوالوں میں حضرت عثمانؓ کا نام نہیں ہے۔ یہ پروپیگنڈہ میں چلتی رہی چیز۔ پھر صحابہ کرامؓ نے ہی بتلایا سمجھایا کہ وہ تو رسول اللہ ﷺ کے کام سے گئے تھے بلکہ سب مسلمانوں کی طرف سے نمائندہ ہوکر کام کیلیے گئے تھے۔

حضرت عثمانؓ کی خصوصی فضیلت :

یہ بھی بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اُن کی غیر موجودگی میں یہ کیا کہ اپنے ایک دست مبارک کو یہ فرمایا کہ یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے اور اپنے دوسرے دستِ مبارک کو فرمایا کہ یہ میرا ہاتھ ہے اور میں بیعت لیتا ہوں عثمانؓ سے۔ کسی کی غیر موجودگی میں رسول اللہ ﷺ کا یہ اطمینان ظاہر فرمانا کہ یہ اُس کا ہاتھ ہے اور میں بیعت لے رہا ہوں گویا اُس کی بیعت بالکل ایسی ہے جیسے وہ موجود ہیں۔ اور دوسروں نے تو بیعت جو کی ہے وہ اپنے ہاتھ سے کی ہے یہ بیعت وہ ہوئی کہ جس میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک کو اُن کا ہاتھ بتلایا۔ تو غور کرو تو یہ بہت بڑی

فضیلت کی چیز ہے کہ آپ اپنے دستِ مبارک کو کسی اور آدمی کے جسم کا جزو قرار دیں تو یہ تو اور صحابہ کرام میں کسی کو بھی حاصل نہیں ہے، تو یہ تو اُن کی فضیلت کی چیز تھی، وہ اُسے عیب بنا کر ظاہر کرتے رہے پروپیگنڈا کرتے رہے۔

سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جن حضرات نے درخت کے نیچے بیعت کی ہے اُن میں کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حدیبیہ کے دن چودہ سو تھے، اُس وقت جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ جملہ بھی فرمایا تھا اَنْتُمُ الْیَوْمَ خَیْرُ اَھْلِ الْاَرْضِ کہ تم آج رُوئے زمین میں سب سے بہتر لوگ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت میں اُن کا ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین۔ اختتامی دعا..........

وفیات

گذشتہ ماہ کی دس تاریخ کو حضرت اقدس بانی جامعہ مدنیہ جدید کے خلیفہ اور فاضل جامعہ مدنیہ لاہور حضرت مولانا عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ طویل علالت کے بعد انتقال فرماگئے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون . مولانا بہت باکمال شخصیت کے حامل تھے، آپ ٹیلیفون کے محکمہ میں ڈویژنل انجینئر تھے۔ ریٹائر ہونے کے بعد جامعہ مدنیہ میں آپ نے درس نظامی میں داخلہ لیا اور پوری لگن کے ساتھ درس نظامی کی تکمیل کی۔ بعدازاں کچھ عرصہ جامعہ مدنیہ میں ابتدائی کتب بھی پڑھاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی مغفرت فرما کر اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطاء فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

۲۲؍دسمبر کو جامعہ مدنیہ کے سفیر مولوی صدیق احمد کمبوہ کے والد صاحب حرکتِ قلب بند ہوجانے کی بناء پر انتقال فرماگئے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون . دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے اور اہلِ خاندان کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو، آمین۔

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے دُعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کرایا گیا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

سلسلہ نمبر ۱۹

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہوسکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کردیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہوچکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب ویکجا محفوظ ہوجائیں۔ (ادارہ)

انسانی عادات اور اللہ کا عذاب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۂ اعراف کے بارہویں رکوع میں توجہ دلائی گئی ہے کہ جن قوموں اور اُمتوں کی تباہی کا حال بیان کیا جاچکا ہے مثلاً قومِ نوح، قومِ عاد، قومِ ثمود اور اہلِ مَدْیَنْ۔ ان کے حالات پر نظر ڈالیں، ان کی خامیوں پر غور کریں اور ان سے سبق حاصل کرکے عبرت پکڑیں۔ یہ مبارک رکوع چھ آیات پر مشتمل ہے۔ اقوامِ عالم کے ساتھ جن کے پاس انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے باری تعالیٰ کا کیا معاملہ رہا ہے اور اُن قوموں کی کیا حالت رہی ہے اُس کو اِن آیات میں واضح فرمایا گیا ہے، چنانچہ پہلی آیت میں ارشاد ہوا :

''اور ہم نے جس کسی بستی میں بھی کوئی نبی بھیجا اُس کے باشندوں کو ہم نے سختی اور بیماری میں مبتلا کیا تاکہ وہ عاجزی اختیار کریں۔''

اِس کی تشریح یوں سمجھئے کہ اکثر انسانوں کی یہ فطرت ہے کہ جب صحت اور فارغ البالی میسر آتی ہے تو انہیں خدا کی یاد سے غفلت ہوجاتی ہے اور ان کی خدا کی نافرمانیوں کی جرأت اور بڑھ جاتی ہے اِسی کا نام تکبر اور بڑائی ہے جو خدا کو ناپسند ہے اور یہی چیز حق بات سننے اور اُس کے ماننے میں رُکاوٹ کا سبب ہوتی ہے۔ بلکہ ایسی حالت میں انسان اپنی حدود سے آگے بڑھ کر دوسروں پر دستِ ظلم بھی دراز کرنے لگتا ہے۔ جس کی اصل وجہ غفلت، لاپرواہی اور بدمستی ہی ہوتی ہے۔ یہ بھی پروردگارِ عالم کی رحمت ہی کا ایک طریقہ ہے کہ ان کی ایسی نعمتوں پر جو اِس

غفلت کا باعث بن رہی ہوں کنٹرول کردے تاکہ سرکشی میں کمی ہو اور خدا کے نبی کی زبانی خدا کا پیغام توجہ سے سننے کا موقع ملے۔

بعض اوقات اس ضعیف الحقیقت انسان کی رعونت کی وجہ سے یہ حال ہوتا ہے کہ وہ کسی سے بات گوارا نہیں کرتا، لیکن جب اس پر سختی کا وقت آتا ہے تو عزیزوں، دوستوں اور ساتھیوں سے مشورے کرتا پھرتا ہے۔ اسی طرح بیماری اور نقصان دہ حالت پیش آنے پر اِس کا دل کسی کام میں نہیں لگتا بھوک غائب ہوجاتی ہے، بلکہ بیماری میں تو وہ نعمتیں بھی بے ذائقہ ہوجاتی ہیں جن پر مدارِ حیات ہوتا ہے۔ نہ کھانے کو جی چاہتا ہے نہ پینے کو اور کھا بھی لے تو ذائقہ اچھا نہیں لگتا۔ ایسی حالت میں سرکشی کم ہوکر ہوش ٹھکانے آجاتے ہیں۔ اور خدا کا پیغام جو رسول کی زبانی پہنچایا جاتا ہے وہ بندہ دل سے سنتا اور تسلیم کرتا ہے۔ اِسی رویہ کو اِس آیتِ مقدسہ میں ذکر فرمایا گیا ہے۔

اس رکوع کی دوسری آیت میں انسان کی دوسری عادت ذکر فرمائی گئی ہے، اس کا ترجمہ یہ ہے :

> ''اِس کے بعد ہم نے بدحالی کی جگہ خوشحالی عطا کردی، حتی کہ انہیں (خوب خوب) ترقی ہوئی اور وہ کہنے لگے کہ ہمارے باپ دادوں کو بھی تنگی اور راحت پیش آئی تھی۔ اِس پر ہم نے اُن کو اچانک گرفت میں لے لیا اور وہ اِس کا گمان بھی نہ رکھتے تھے۔''

اس کی تشریح یہ ہے کہ اس پریشانی اور بدحالی کے بعد ہم نے اُن کے لیے ترقی کی راہیں کھول دیں وہ خوب پھولے اور بڑھے۔ یہ حالت اس لیے کی گئی کہ بعض لوگ تنگدستی میں اور بھی پریشان ہوجاتے ہیں اور پوری توجہ صرف اپنی معاشی بدحالی دُور کرنے کی طرف لگادیتے ہیں۔ ایسے وقت وہ نہ کچھ سن سکتے ہیں اور نہ اُن کی سمجھ صحیح کام کرتی ہے۔ اس لیے یہ حالت بدل کر پھر نعمتوں سے نواز دیا جاتا رہا ہے کہ بدحالی دُور ہونے پر خدا کے شکر کی طرف متوجہ ہوں اور انبیائے کرام کی زبانی دیے ہوئے احکام پر چلنے لگیں، لیکن اُن کے لیے یہ تبدیلی بھی اصلاح کا فائدہ نہیں رکھتی۔ وہ یہ تاویلیں کرنے لگتے ہیں کہ ہمارے بڑوں پر سختی نرمی کے سب ہی دَور گزرتے رہے ہیں اس کا تعلق نہ خدا کی اطاعت سے ہے نہ نافرمانی سے۔ اِس تاویل کو دل میں بٹھا کر پھر پوری طرح دریائے غفلت میں غرق ہوجاتے رہے ہیں۔ حق تعالیٰ ایسی حالت میں اُن کو ایسی ہی سزائیں دیتے رہے ہیں جو اُن کے گمان میں بھی نہ ہوتی تھیں اور اچانک آگھیرتی تھیں۔

اِس آیت کی تفسیر کے ساتھ علماء محققین نے یہ نکتہ بیان فرمایا ہے کہ جس نعمت کے بعد شکر کی توفیق ہو اور

جس مصیبت کے بعد خداوند کریم کی ذاتِ پاک کی طرف رجوع کرنے کی دولت مل جائے وہ ہی قوم یا اشخاص ایسے ہوتے ہیں جو عنداللہ مقبول ہوتے ہیں اور نجات پا جاتے ہیں۔ جن لوگوں کی حالت یہ ہو کہ نعمت کے حاصل ہونے پر غرور و غفلت بڑھ جائے اور مصیبت کے وقت شکایت باری تعالیٰ لب پر آئے تو وہ لوگ بڑے خسارہ میں رہتے ہیں (خدا پناہ میں رکھے) کیونکہ ایک تو مصیبت کی تکلیف پہنچی پھر وہ بھی اجر اور خدا کی خوشنودی سے خالی۔ رب العالمین نے جو انسانوں کا خالق ہے جس نے فطرت انسانی پیدا فرمائی ہے اُس نے قرآن عزیز میں دو طرح کی فطرتیں بیان فرمائی ہیں۔

(۱) وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوْسٌ قَنُوْطٌ یعنی انسان ایسا ہے کہ جب اُسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو مایوس اور بالکل نا اُمید ہو جاتا ہے۔

(۲) اور دُوسری فطرت اس طرح کی ہوتی ہے کہ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ یعنی جب اُسے تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی لمبی دعائیں مانگنے لگتا ہے۔

اِس کے بعد تیسری آیت میں حق تعالیٰ نے اپنا معاملہ جو مخلوق کے ساتھ ہوا کرتا ہے بیان فرمایا ہے۔ ارشاد ہوا :

> ''اور اگر بستیوں والے ایمان لے آئے ہوتے اور پرہیزگاری اختیار کی ہوتی تو ہم اُن پر آسمان و زمین کی برکتیں کھول دیتے، لیکن انہوں نے تو جھٹلایا، تو ہم نے اُن کی کرتوتوں کی پاداش میں اُن کی گرفت فرمائی۔''

آسمانی برکات سے مراد یہ ہے کہ ہر طرح کی برکتیں نازل کرتے اور آفتوں سے محفوظ رکھتے۔ زمین کی برکتوں سے جو آسمانی برکتوں سے ملی ہوئی ہوں یہ مراد ہوگی کہ ہر قسم کی آسانیاں پیدا فرما دی جاتی ہیں۔

خدا کے لیے دونوں کام آسان ہیں وہ چاہے تو اِسی زمان و مکان کو جنت کا نمونہ بنا دے اور وہ چاہے تو جہنم کا نمونہ بنا دے۔

آسمان سے بارش برسائے، بارش مناسب ہو، صحیح وقت پر ہو، ہر جگہ ہو جائے تو بارانی فصلیں بھی درست ہو جاتی ہیں اور اگر بارش بے وقت اور بہت زیادہ ہو جائے تو پیدا شدہ فصلیں بھی تباہ ہو جاتی ہیں۔ یہ نمونہ تو ہم ہر سال ہی دیکھتے رہتے ہیں اور اِس کا مقابلہ تو کیا اِس سے بچاؤ بھی ممکن نہیں رہتا۔

وہ اگر چاہے تو بے کاروبے باراں زمین سے چشمے نکال دے چاہے پانی کے چشمے نکال دے چاہے آج کی دُنیاوی ضروریات کے مطابق تیل کے چشمے نکال دے۔ وہ چاہے تو زمین سے معدنیات، ہیرے جواہرات کی کانیں اور مفید گیسیں برآمد فرمادے اور نہ چاہے تو جتنی کوشش کرلی جائے سب اَکارت جائے اور کچھ بھی برآمد نہ ہو، بلکہ چشمے بھی خشک ہوکررہ جائیں۔

اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ سب کچھ اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ وہ جو اِرادہ فرماتا ہے وہ سب کچھ ہوجاتا ہے۔ اس لیے اس کی ذاتِ پاک کو ''مسبِّبُ الاسباب'' کہا جاتا ہے یعنی وہ ہر چیز کا سبب اور اس کی وجہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے پھر بندہ اپنا وقت عزیز کیوں اُس کی ذات کے سوا کسی اور طرف لگ کر اطاعت کے بجائے نافرمانی پر صرف کرتا ہے اور کیوں اپنی قلبی توجہ، اپنی قوت وصلاحیت اس کی اطاعت پر نہیں لگاتا کہ جس سے اُس کی دُنیا وآخرت دونوں سنور جائیں۔

اِس آیت کے آخری جملہ کا ترجمہ عرض کیا گیا ہے کہ : ''ہم نے ان کی کرتوتوں کی پاداش میں ان کی گرفت فرمائی۔'' اِس مبارک جملہ میں بتلایا گیا ہے کہ آفتیں دراصل انسان کی اپنی کرتوت، معصیت ونافرمانی کی وجہ سے آتی ہیں۔ ربِّ ذوالجلال کی ذات بہت غنی ہے۔ جیسا کوئی کرتا ہے وہ بھی اُس کے ساتھ اسی قسم کا معاملہ فرماتا ہے۔ اس لیے اس کی ذاتِ پاک سے تعلق جوڑو، تاکہ اس کا معاملہ تمہارے ساتھ مہربانی کا ہوجائے۔

اس مبارک رکوع کی چوتھی، پانچویں اور چھٹی آیت میں بھی باری تعالیٰ نے بندوں کو معصیت سے منع فرمایا ہے، اپنی جلالتِ شان اور بے نہایت قدرت کا ذکر فرمایا ہے۔ انسانوں کی غفلت کی حالت بتلائی ہے کہ وہ دن کو بھی نشۂ غفلت میں سرشار رہتے ہیں اور رات کو بھی، حالانکہ خدا کی گرفت اُس پر ہر وقت ہوسکتی ہے جب بندہ غافل اور مبتلائے معصیت ہو اور جس وقت بھی خدا کا غضب جوش میں آجائے، معاذ اللہ۔

ان آیات کا ترجمہ یہ ہے :

''تو کیا بستیوں والے اِس سے مطمئن ہوگئے ہیں کہ ان پر رات کو سوتے ہمارا عذاب آجائے اور کیا بستیوں والے اس سے مطمئن ہوگئے ہیں کہ ہمارا عذاب دن چڑھے آجائے، جبکہ وہ کھلاریوں میں لگے ہوں۔ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی نہ نظر آنے والی تدبیر سے مطمئن ہوگئے ہیں، اللہ کی نہ نظر آنے والی تدبیر سے وہی بے خوف ہوتے ہیں جو خسارہ

اور گھاٹے میں مبتلا ہوں۔''

آخر کی اِن تینوں آیتوں میں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کے کفار اور ان کی بستیاں مراد ہیں۔ انہیں نافرمانیوں پر سخت وعید فرمائی گئی ہے اور ایسے عجیب اور ہیبت ناک انداز سے سرزنش فرما کر ڈرایا گیا ہے جو کلامِ الٰہی کا ہی اعجاز ہے۔

ان آیتوں میں یہ بے خوفی کافروں کی ذکر فرمائی گئی ہے۔ اس سے علمائے کرام نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ عذابِ خداوندی سے بالکل بے خوف ہو جانا یہ بھی کفر ہے۔ شریعت میں بتلایا گیا ہے کہ ایمان کی اصلی حالت یہ ہے کہ خوفِ خدا بھی ہو اور اُمید رحمت بھی، جیسے قطعاً بے خوف ہونا کفر ہے اسی طرح قطعاً مایوس ہونا بھی کفر ہے، کیونکہ اس سے گویا خداوند کریم کی صفتِ رحمت کا انکار لازم آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا انکار بھی یقیناً کفر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے احکام پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور دُنیا و آخرت میں اپنے فضلِ خاص سے نوازے۔ آمین۔

سیّد حامد میاں غفرلہٗ

۵؍نومبر ۱۹۷۶ء

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

افتتاحی خطاب

حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب نے ۲۴ رشوال/ ۲۷ نومبر کو بعد از نماز مغرب جامعہ مدنیہ جدید میں طلباء سے افتتاحی خطاب فرمایا۔ قارئین کرام کی خدمت میں وہ خطاب پیش کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوة والسلام علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد !

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث شریف نقل کی گئی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ یُقْضٰی عَلَیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ رَجُلٌ اُسْتُشْھِدَ [1]

شہید کی پیشی :

قیامت کے دِن جن آدمیوں کے خلاف پہلے فیصلہ کیا جائے گا اُن میں ایک شہید ہوگا، اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہوگا اور جہاد کرتے کرتے شہید ہوگیا ہوگا، اُس کو اللہ کے دربار میں پیش کیا جائے گا **فَعَرَّفَ نِعَمَہٗ فَعَرَفَھَا** اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں ہیں اُس پر وہ یاد دلائی جائیں گی کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ یہ انعامات کررکھے تھے، یہ یہ نعمتیں دی تھیں، تمہیں ہاتھ دیے تھے، چلنے کے لیے پاؤں دیے تھے اور اُن میں قوت دی تھی، دیکھنے کے لیے آنکھیں دی تھیں، سواری کے لیے گھوڑا دیا تھا پھر میدان میں تلوار دی تھی پھر کھانے پینے کی نعمتیں اَوڑھنے بچھونے کی نعمتیں گھربار کی نعمتیں اور ہزاروں قسم کی نعمتیں اُس کو یاد دلائی جائیں گی اور وہ یاد آجائیں گی اُس کو، وہ مانے گا کہ ہاں اے اللہ! یہ نعمتیں مجھ پر کی تھیں آپ نے، یہ انعامات آپ نے مجھ پر فرمائے تھے۔ پھر سب سے بڑا انعام وہ ہدایت ہوگی جو اُس کو اللہ نے دی تھی۔ ایمان، صحیح اور غلط کی پہچان کہ یہ حق ہے اور یہ باطل ہے، تب ہی تو جہاد کے لیے نکلا تھا۔ اگر حق اور باطل کا اُسے پتہ نہ ہوتا تو پھر جہاد کے لیے کیسے نکلتا، پھر مُسلمانوں کے ساتھ کیسے نکلتا پھر کافروں کے مقابلے میں کیوں نکلتا۔ یہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو علم عطا فرمایا تھا، سمجھ دی تھی حق اور باطل کی، یہ ساری

---

[1] مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۳۳

نعمتوں سے بڑی نعمت ہے۔ نماز سمجھائی سکھائی جو بھی عبادت ہوگی، اگر اِس امت کا ہے تو اِس اُمت کے طریقہ پر اور اگر پہلی کسی اُمت کے آدمی کا واقعہ ہے تو اُس اُمت کے مطابق جو نبیوں نے تعلیم دی ہوگی وہ سکھلائی گئی اُسے، وہ بتلائی گئی اُسے۔ تو جب وہ اقرار کرے گا کہ ہاں یہ تو تھیں۔

اللہ کی طرف سے سوال :

پھر اللہ کے دربار سے سوال ہوگا فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا پھر تم نے اِن نعمتوں کے ملنے کے بعد کیا کیا، ان نعمتوں کا کیا حق ادا کیا تم نے۔ اِن نعمتوں کی کس طرح سے شکر گزاری کی تم نے، قدردانی کیا کی وہ بتاؤ۔ جب نعمت کسی کو ملتی ہے تو اُس نعمت کے دینے والے کی شکر گزاری ضروری ہے۔ اُس کا شکر یہ بجالانا ہے، اُس کی قدردانی کرے، نعمت کی بھی قدر کرے، نعمت جس سے ملی ہے اُس کی بھی قدر کرے۔

شہید کا جواب :

تو وہ کہے گا قَاتَلْتُ فِيْكَ حَتّٰى اُسْتُشْهِدْتُّ کہ اللہ میں نے آپ کے راستہ میں جہاد کیا اور اتنا کیا اتنا کیا اِس حد تک کیا کہ شہید کر دیا گیا۔ کیونکہ اس سے آگے کوئی چیز ہوتی نہیں۔ یہ کہہ ہی نہیں سکتا انسان کہ اتنا کیا اتنا کیا کہ واپس خیریت سے گھر آ گیا کیونکہ یہ آخری حد نہیں ہے اس کی، اتنا کیا اتنا کیا کہ اتنا مال غنیمت حاصل کیا، یہ بھی نہیں کہہ سکتا یہ بھی آخری حد نہیں کیونکہ اس سے آگے بھی درجے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی کمال ہے کہ اتنا کیا اتنا کیا کہ اتنا مال غنیمت ہم نے دشمن سے حاصل کیا، اتنا کیا اتنا کیا کہ اتنے علاقے ہم نے دُشمن کے فتح کر لیے۔ اتنا کیا اتنا کیا کہ اتنے دُشمنوں کو قیدی بنالیا ہزاروں قیدی کر لیے۔ اتنا کیا اتنا کیا کہ اُن کے علاقوں کو ایسے ایسے تباہ و برباد کر دیا، اُن کا اسلحہ برباد کیا۔ یہ سارے درجے ہیں لیکن اِن درجوں سے آگے بھی درجہ ہے، ایک ایسا درجہ ہے کہ اُس سے آگے پھر کوئی درجہ نہیں ہے۔ وہ درجہ وہ ذکر کرے گا کہ اتنا کیا اتنا کیا کہ میں شہید کر دیا گیا بس، یعنی جو میرے پاس جان تھی جس جان کی بدولت یہ پچھلی مثالیں جتنی میں نے دیں، یہ اُس کی بدولت ہوتی تھیں بس وہ جان بھی قربان کر دی۔ مال غنیمت ملتا تو اُس سے جان فائدہ اٹھاتی، علاقے فتح ہوتے تو اُس سے جان فائدہ اٹھاتی، دُشمن قیدی بنتے تو جان فائدہ اٹھاتی، گھر واپس آتا تو میری جان فائدہ اٹھاتی باقی زندگی سے۔ وہ فائدہ

اٹھانے والی جو ایک چیز تھی جان، جس سے ساری یہ چیزیں وابستہ تھیں اور اس کی بدولت تھیں وہ وہی میں نے قربان کر دی تھی آپ کے راستہ میں۔

اللہ کی طرف سے نامنظوری :

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کَذَبْتَ بالکل غلط کہتے ہو تم جھوٹ بولتے ہو، جُھٹلا دیا جائے گا اُس کی اتنی بڑی قربانی، جان تو اُس نے دے دی تھی قربان ہوا سب کچھ کیا، مسترد ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے وَلٰکِنَّکَ قَاتَلْتَ لِاَنْ یُّقَالَ جَرِیٌٔ تم نے تو اِس لیے جہاد کیا تھا کہ یہ کہا جائے یہ چرچا ہو، تیری یہ شہرت ہو کہ بڑا بہادر تھا، بہت شیر دل تھا بڑی شجاعت سے لڑنے والا تھا۔ اخبارات میں خبریں آئیں مجلسوں میں میرا ذکر قائم رہے، آنے والی نسلیں میرے نام کو یاد رکھیں، میرا خاندان فخر کرے مجھ پر، تو نے اِس لیے جہاد کیا تھا اور اِس لیے تو نے جان قربان کی تھی فَقَدْ قِیْلَ وہ کہہ دیا گیا وہ ہو گیا جو چاہا تھا تو نے وہ میں نے دے دیا کہ تجھے شہادت دے دی اور دُنیا میں تیرے بعد تیرا چرچا بہت ہوا کہ بڑا بہادری سے لڑا تھا اور بہت بڑے زبردست حملے کر رہا تھا اور اتنی تلواریں اُس نے توڑ دی تھیں اور اتنے دشمن ہلاک کر دیے تھے اور اتنے علاقے اُس نے فتح کیے تھے ایسا کامیاب جرنیل تھا ایسا کامیاب سردار تھا کمانڈر اور سالار تھا۔ سب تجھے نقد مل گیا اور جو اُس مُلک کا اعلیٰ تمغہ تھا شجاعت کا وہ بھی تجھے دے دیا گیا۔ مثال کے طور پر جیسے ہوتا ہے دستور جیسے نشانِ حیدر ہمارے ملک میں سب سے بڑا تمغہ ہے جو جہاد میں شہید ہونے والے کو دیا جاتا ہے۔ تو اِس لیے تو لڑا تھا تو نے اِس لیے جہاد کیا تھا اور وہ ہو گیا یادگار بھی بن گئی تیری، جیسے آجکل بھی بناتے ہیں، شہیدوں کی یادگاریں بنتی ہیں۔ یہ واہگہ بارڈر پر آجائیں وہاں ۶ر ستمبر ۱۹۶۵ء کے شہداء کی یادگاریں بنی ہوئی ہیں۔ تو اگر کسی کی نیت یہ ہوگی کہ یہ کچھ ہو تو اللہ کر دیتا ہے ویسا ہی۔ تیری یادگار بھی بن گئی تیری قبر پر سلامی بھی ہوئی، تجھے بڑے اعزاز کے ساتھ دفن بھی کیا گیا اور تجھے ساری مراعات مل گئیں، تیرے بیوی بچوں کو بڑے بڑے وظیفے ملے انہیں مربع زمینیں الاٹ کر دی گئیں، حکومت پھر انعام بھی دیتی ہے اُن کے بیوی بچوں کو، کوئی مربع الاٹ کر دیتی ہے، یہاں بھی ایسے ہوتا ہے فوجی جو ریٹائر ہوتے ہیں بڑے افسر جرنیل اُنھیں مربع الاٹ کیے جاتے ہیں۔ شہید ہو جائے اگر کوئی تو مربع بھی الاٹ کیے جاتے ہیں اُن کے بیوی بچوں کو کہ یہ تمہارے لیے ہیں۔

ملک وقوم سے پہلے اِسلام کا درجہ ہے :

ہمارے ہاں تو دستور یہی ہے ''ملک وقوم کی خدمت'' اس سے اگلا جو اعلیٰ درجہ خدمت کا ہے ''اِسلام کی خدمت'' وہ نہیں ہے۔ یہاں بولنے کا دستور نہیں ہے حکومتوں کو۔ ہم اور آپ جو مدرسوں کے اور دینی ماحول کے رہنے والے ہیں وہ تو اِس طرح سوچتے ہیں اسلام کے لیے قربانی، اسلام کے لیے یہ کیا، گو ملک وقوم کے لیے بھی قربانی جو ہے وہ اللہ کے ہاں معتبر سمجھی جاتی ہے لیکن پہلا درجہ اسلام کا ہے، تو وہ یہ کہے گا۔ اللہ تعالیٰ کہیں گے نہیں وہ جو تو نے کی تھی نیت وہ ہوگئی۔

شہید کی نیت کی خرابی اور جہنم کا حکم :

ارشاد ہوتا ہے ثُمَّ اُمِرَ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْھِہٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ پھر اُس کے بارے میں حکم دیا جائے گا اور اُس کو اُس کے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ منہ کے بل چہرے کے بل، اتنی ذلت کے ساتھ گھسیٹا جائے گا، یہ بھی نہیں کیا جائے گا کہ اُس کو کسی گھوڑے پر گاڑی پر گدھے پر بٹھا کر لے جائیں، منہ کے بل گھسیٹا جائے گا انتہائی ذلت اور تذلیل کے ساتھ جیسے دُنیا میں بھی ہوتا ہے کہ جب پولیس کسی کی ذلت اور تذلیل کرنے پر آتی ہے تو پھر تھپڑ گھونسے لاتیں ٹُھڈے یہ چلتے ہیں اور پھر گھسیٹتے ہیں، یہی وہاں پر فرشتے اُس کے ساتھ یہ سلوک کریں گے کہ اُس کو منہ کے بل گھسیٹیں گے اور اُس کو لاکر کے جہنم میں ڈال دیں گے کہ جاؤ یہ ہے تمہارا ٹھکانہ، کیوں ہے یہ ٹھکانہ، کہ ساری چیزیں صحیح تھیں سارے اعمال اُس کے دُرست تھے بس ایک باطنی عمل جو نیت ہے وہ درست نہیں کہ وہ صرف اتنا ہوتا ذرا سا تبدیل ہو جاتا، میں جو جہاد کر رہا ہوں اے اللہ اِس کا بدلہ تجھ سے لوں گا اور تیری رضا کے لیے کر رہا ہوں اور مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ بس اتنی سی اگر بات ہو جاتی تو یہ ساری چیزیں بھی مل جاتیں اُس کو، اور اللہ کے ہاں کامیابی بھی ہو جاتی۔ دُنیا میں اُسے بہادر ہی کہا جاتا پھر بھی دُنیا والے کہتے کہ بہادری سے مرا بڑا کمال تھا اُس میں، پھر بھی چرچا ہوتا پھر بھی اعزاز ملتا، لیکن اِس نیت کی وجہ سے جو آخرت کے اعزازات ہیں وہ بھی مِل جاتے اس کو۔ یہ نیت غلط ہوگئی اِس کی وجہ سے دُنیا کے اعزازات مِل گئے آخرت کا اعزاز چھن گیا اُس سے بلکہ آخرت کی ذلّت ملی۔ اعزاز چھنّا کم درجہ کی چیز ہے اور ذلت مِلنا یہ بہت بُری بات

ہے۔ آخرت کے اعزاز بھی چھن گئے اِس کے، اُس کے بدلہ ذلت اور رُسوائی ملی، تو یہ شہید کے بارے میں آتا ہے حدیث میں۔

اللہ کے دربار میں عالم کی پیشی :

دوسرا قصہ اِسی حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں ایک آدمی کو لایا جائے گا **وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهٗ** جس نے علم سیکھا ہوگا اور اُس کو سکھایا ہوگا **وَقَرَأَ الْقُرْآنَ** اور قرآن پڑھا ہوگا اُس نے۔ قرآن کو ذکر کرکے بتادیا کہ علم دین، خالص علم دین، کیونکہ اصل میں سارے علوم کا سرچشمہ اور منبع تو قرآن ہے حدیث جو ہے وہ بھی اِس کی خادم ہے، اِس کی تفسیر ہے۔ اصل قرآن پاک ہے باقی حدیثیں ہیں شروح ہیں۔ جتنی چیزیں ہیں وہ سب اِس قرآن کی خادم ہیں، قرآن مخدوم ہے۔ تو اس آدمی کو جس نے دین سیکھا ہوگا جس نے زندگی طالب علمی میں گزاری ہوگی، اپنا وقت اس میں لگایا ہوگا تکلیفیں جھیلیں ہوں گی گھر سے دُور وطن سے دُور آکر بے آرامی میں وقت گزار، مسافری میں وقت گزارا، عزیز و اقارب سے دُور رہ کر وقت گزارا اور سیکھتا رہا علم۔ اور سیکھتے سیکھتے سیکھتے اِس قابل ہوگیا کہ اُس کو سِکھانے لگا، یہ علم کے سیکھنے کا بڑا درجہ ہے۔ سیکھتے سیکھتے اتنا سیکھا کہ پڑھانے لگ جائے اور سِکھانے لگ جائے، یہ دُنیاوی نقطہ نظر سے ایک بڑی خدمت ہوتی ہے دین کی۔ اِس سے کم درجہ کے آپ کو علماء بھی ملیں گے جنہوں نے علم پڑھا لیکن پڑھا نہیں سکتے، اور طرح کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، دین کی خدمت ہی کررہے ہیں، کوئی مبلغ ہے کوئی مؤذن ہے کوئی امام مسجد کوئی تاجر ہے کوئی کھیتی باڑی کررہا ہے ساتھ جو ہوسکتی ہے دین کی خدمت وہ بھی کررہا ہے لیکن پڑھا نہیں سکتا، یا پڑھاتا ہے تو اس طرح کا نہیں جیسے کہ ماہر پڑھا سکتا ہو، تو ارشاد ہوا کہ قرآن سیکھا اور قرآن کو پھر سیکھ کر سِکھانے لگ گیا پڑھانے لگ گیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ پیش تو ہونا ہے سب نے اللہ کے دربار میں وہاں تو کسی کا استثناء نہیں ہے اور یہ قصہ کسی چھوٹے موٹے عالم کا نہیں ہے بڑے عالم کے واقعات ہیں حدیث میں، تو فرمایا کہ اُن کو لایا جائے گا۔ یہ جو عالمِ دین ہوں گے بہت بڑے عالم ہوں گے اُن کو لایا جائے گا اُن کو بھی نعمتیں اللہ تعالیٰ بتائیں گے کہ دیکھو میں نے تم پر یہ یہ انعامات کیے تھے، میں نے تمہیں دماغ دیا تھا بڑا اعلیٰ، ایسا دماغ کہ اُس میں علوم کو محفوظ کیا جو چیز سنتے تھے یاد ہوجاتی تھی۔ پھر سنتے اتنی بات تھے اور اپنے ذہن سے اُس کو پھیلا کر بڑا کرلیتے تھے یہ بھی صلاحیت دے دی تھی میں نے، بات

تھوڑی ہوتی تھی اُس سے بہت سارے مسائل استنباط کر لیتے تھے تم، یہ بھی مَلَکہ میں نے تمہیں دے دیا تھا۔ ساری چیزیں قابلیتیں بھی جو ایک معلم کے لیے ہونی چاہئیں وہ صلاحیت تمہارے اندر موجود تھی۔ نعمتیں بتائیں گے ظاہری نعمتیں باطنی نعمتیں۔ قرآن پاک میں آتا ہے وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً اور تم پر اللہ تعالیٰ نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کی بارش کر دی ہے، بہادِی ہیں۔ تو نعمتیں اُس پر جتلائی جائیں گی، اُسے وہ مان جائے گا کہ ہاں اے اللہ آپ نے یہ نعمتیں مجھ پر کی تھیں، مجھے سیکھنے کے لیے بھی بڑے اچھے اچھے اُستاد دیے تھے جو مجھے سِکھاتے تھے وہ بھی بڑے قابل لوگ تھے۔ پھر مجھے علم بڑا اچھا آگیا اور پختہ علم آیا اور پھر میں نے علم کی خدمت کی اور بہت کی، پڑھنا پڑھانا سب جاری رکھا، یہ سب مانے گا وہ۔

نعمتوں کی کیا قدردانی کی؟

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا کیا کیا؟ وہ کہے گا کہ یا اللہ میں نے اِس کو سیکھا تھا اور تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهٗ اے اللہ میں نے اس کو سیکھا پھر آگے سکھلایا اور قرآن کی تلاوت کی۔ اللہ تعالیٰ جب یہ بات اُن کی سنیں گے۔ قرآن کا لفظ آخری بات وہ قرآن کا لفظ لا رہا ہے۔ قرآن جو ہے یہ اللہ کی صفت ہے اور سارے علوم کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ اس سے آگے کوئی اور علم نہیں ہے۔ علم کا کوئی اور ذریعہ اور کوئی منبع نہیں ہے اِس کے علاوہ۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ جو اللہ نے قرآن اُتار دیا اب اِس کو چھوڑ کر کوئی اور رسّی ہو جس سے ہم اللہ کو حاصل کر لیں اور اس کی رضا ہمیں نصیب ہو جائے یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ بس ایک دستور اِس دُنیا میں اللہ نے ایسے ہی بنا دیا ہے کہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے قرآن کو مضبوطی سے پکڑنا پڑے گا وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا اللہ کی رسی کو تھامے رکھو۔ حدیث میں بھی یہی آتا ہے قرآن کو پکڑے رکھنا اِسے نہ چھوڑنا، تو علم کا جو سب سے مضبوط ستون ہے رسّی ہے حَبْلُ اللّٰهِ مَمْدُوْدٌ مِّنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ آسمان سے زمین کی طرف آئی ہوئی ہے اللہ کی کتاب۔ اے اللہ یہ میں نے سیکھی تھی یہ میں نے حاصل کی تھی اور اس کو میں نے آگے سکھلایا تھا۔

اللہ تعالیٰ عالم کو جھٹلا دیں گے :

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے كَذَبْتَ جھوٹ بولتے ہو غلط کہتے ہو وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ

اِنَّکَ عَالِمٌ وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِیُقَالَ ھُوَ قَارِئٌ لیکن تو نے تو علم اِس لیے سیکھا تھا یہ جو تو لگا رہا، علم حاصل کرتا رہا، دس سال لگائے پندرہ سال لگائے آٹھ سال لگائے، سفر کیا، کبھی اِس مدرسہ میں کبھی اُس مدرسہ میں، کبھی اِس شہر میں کبھی اُس شہر میں۔ یہ ساری محنت کی تو نے ٹھیک کی مانتا ہوں یہ محنتیں کی ہیں تو نے، یہ ساری جدو جہد کی تو نے، ساری تسلیم اور مُسلَّم ہے، اساتذہ کی خدمت بھی کی، اُن کا ادب بھی کیا، سب کی سب تسلیم، لیکن تو نے کیا اِس لیے تھا لِیُقَالَ اِنَّکَ عَالِمٌ کہ بس تیرا دُنیا میں چرچا ہو کہ یہ بڑا عالم ہے، میری شہرت ہو ہر طرف کہ یہ بہت بڑا عالم ہے، بہت بڑا فاضل ہے، اس لیے کیا۔

قرآن پڑھا تھا تو نے اِس لیے تا کہ کہا جائے کہ یہ قاری ہے۔ تو نے علم بھی حاصل کیا، قرآن بھی پڑھا، اُس کے ظاہری الفاظ کی بھی خدمت کی، اُس کے معنٰی کی بھی خدمت کی، الفاظ کا خادم بھی تھا معنٰی کا خادم بھی تھا، ساری جمع ہو گئیں چیزیں۔ علم کا وہ درجہ بتلا رہا ہے جو سب سے بڑا ہے کہ قرآن کے الفاظ کا بھی میں خادم تھا اور قرآن کے معنٰی کا بھی، الفاظِ قرآن کے جن معنٰی پر دلالت کرتے ہیں اُن معنٰی کا بھی میں خادم تھا، دونوں چیزوں کا خادم تھا۔ قاری اور حافظ اور عالم ساری چیزیں تھیں۔ تو اللہ تعالیٰ بھی فرمائیں گے کہ ہاں ٹھیک ہے تو عالم بھی تھا، تو قاری بھی تھا، تو نے الفاظ کا علم بھی حاصل کیا، تو نے اُس کے معنٰی کا علم بھی حاصل کیا، لیکن یہ سارا کچھ تو نے اِس لیے حاصل کیا تھا کہ تجھے عالم اور قاری کہا جائے، تو نے اِس لیے حاصل نہیں کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ خوش ہو جائیں اور یہ خدمت اللہ کے دین کی بلندی کے لیے کر رہا ہوں، صرف اس لیے کہ اللہ سے اِس کا بدلہ لوں گا اور کچھ نہیں۔ یہ نہیں تھی نیت، بس صرف نیت غلط تھی باقی ساری چیزیں ٹھیک تھیں، یہ جو نیت کا ذرا سا فرق تھا اِس نیت کے ذرا سے فرق نے تجھے یہ آخرت میں آکر جو آخری کامیابی کا امتحان ہو سکتا تھا اِس میں تجھے فیل کر دیا۔ کیونکہ دُنیا والے تو نیت جانتے نہیں ہیں اُن کو نیت پتا نہیں چل سکتی، وہ سینے کے اندر، دل کے اندر جھانک کر دیکھ نہیں سکتے وہ تجھے عالم کہتے رہے وہ تجھے عالم سمجھتے رہے، قاری جانتے رہے تیری قدر کرتے رہے تیرے آگے پیچھے پھرتے رہے، تیری خدمت کی، تجھے سر پر اُٹھاتے رہے، فرشِ راہ ہو گئے لیکن چونکہ تیری نیت میری رضا کی طلب نہیں تھی اس لیے میرے ہاں تیرے اس علم کی کوئی قدر نہیں، کوئی وزن نہیں، بیکار، ساری محنت دس سال اور بیس سال کی جو علم حاصل کرنے میں صرف کیے اور پھر اس کے بعد علم کے پڑھانے میں اگر تیس سال لگے چالیس سال لگے پچاس سال

لگے ساٹھ سال لگے، اللہ جانے کتنی عمر ہوئی ہوگی۔ جتنا عرصہ لگا اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی حیثیت نہیں اُس کی، سب بیکار، کیونکہ تیرے اندر اخلاص نہیں تھا تیری نیت خالص نہیں تھی ثُمَّ اُمِرَبِہٖ حدیث میں آتا ہے۔

عالم کے لیے جہنم کا حکم :

اِس کے بارے میں بھی حکم دیا جائے گا فرشتوں کو، اب عالمِ دین کو جس کی اتنی قدر تھی کہ لوگ اس کی توہین کا تصور نہیں کر سکتے تھے اُس کے شاگرد اُس پر جان دیتے تھے، دُنیادار اُس کو بہت بڑی چیز سمجھتے تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ منہ کے بل اُس کو گھسیٹتے ہوئے لے جایا جائے گا حتی کہ اُسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا، تو اس عالم دین کی کوئی قدر نہیں کوئی حیثیت نہیں۔

نیت کی اصلاح کی ضرورت ہے :

تو ہم لوگ جو ہیں آپ حضرات جو طالب علم ہیں دین کے، بہت خوش نصیب ہیں اور اللہ کے راستہ میں تکلیفیں اُٹھا رہے ہیں لیکن اپنی نیت پر توجہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ یہ جو محنت آپ لوگ کر رہے ہیں آپ پڑھنے والے کر رہے ہیں اور جو پڑھانے والے کر رہے ہیں وہ اپنی نیت پر نظر رکھیں، بس یہ کر لیں۔ تو اللہ نے فرمایا جو تیرا مقصد تھا مجھے عالم کہا جائے وہ کہہ دیا گیا۔ تجھے دُنیا نے عالم بھی کہا تیری کتابیں بھی ہیں تیری شروحات بھی ہیں وہ پڑھی پڑھائی جا رہی ہیں، سب کچھ سلسلہ چل رہا ہے لیکن کوئی فائدہ نہیں اس کا۔ اُسے قبر میں ثواب بھی نہیں ملے گا اس کی نیت صحیح نہیں تھی۔ یہ ساری چیزیں تب ہوں گی جب نیت صحیح ہوگی۔ اب اس کا آخرت میں پتا چلتا ہے دُنیا میں پتا نہیں چل سکتا، یا اُس آدمی کو پتا ہے یا اللہ کو پتا ہے کہ اِس کی نیت کیا ہے یا میری نیت کیا ہے؟ اُس آدمی کے دوسرا آدمی کتنا قریب ہی کیوں نہ ہو اُسے نہیں پتا چل سکتا۔ مُرید کو پیر کا پتا نہیں چل سکتا، پیر کو مُرید کا پتا نہیں چل سکتا، اُستاد کو شاگرد کا پتا نہیں چل سکتا، شاگرد کو اُستاد کا پتا نہیں چل سکتا حتمی، اندازہ ہو سکتا ہے بس حسنِ ظن ہو سکتا ہے۔ حُسن ظن کہا جائے گا اُسے، یقین نہیں۔ یقین تو ہو ہی نہیں سکتا پتا نہیں چل سکتا، باپ کو بیٹے کا پتا نہیں چل سکتا، بیٹے کو باپ کا پتا نہیں چل سکتا، ایک دوسرے کا جزو ہیں حالانکہ، باپ بیٹے کا، بیٹا باپ کا جزو ہے لیکن اس کے دل میں کیا ہے یہ باپ بیٹے کے بارے میں یقین سے نہیں بتلا سکتا اور بیٹا باپ کے بارے میں یقین سے نہیں بتلا سکتا

کہ اِس کے دل میں کیا ہے، یہ اللہ جان سکتا ہے اُس کو پتا ہے اور کسی کو پتا نہیں ہے اس چیز کا۔اس لیے ہمیں اپنا معاملہ اللہ سے درست رکھنا ہے سب سے پہلے، دُوسروں کی پروا نہیں کرنی۔بس اے اللہ تیرے اِس دین کے ہم خادم ہیں اور تیرے دین کی خدمت کررہے ہیں، تیرے اِس کلمہ کو بلند کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں اور اِس کا بدلہ تجھ سے لینا ہے اور کسی سے نہیں لینا، بس یہ نیت رکھیں، تُو اس کا بدلہ اس طرح دے کہ تو ہم سے راضی ہوجا، تو ہم سے خوش ہوجا، تیری رضا مقصد ہے اور کچھ مقصد نہیں ہے، بس یہ نیت ہونی چاہیے۔

باقی عالم تو کہا جائے گا خود بخود ہی، عالم کو کوئی کوچوان یا ٹیکسی ڈرائیور تھوڑا ہی کہے گا اُسے عالم ہی کہیں گے اُسے ٹیکسی ڈرائیور تو نہیں کہیں گے، اُسے رکشہ چلانے والا بھی نہیں کہے گا کوئی، وہ تو خود بخود کہا جائے گا لیکن اِس کے پیشِ نظر یہ نہیں ہونا چاہیے، نہ اُسے اُس لقب پر اُس عزت پر خوشی ہونی چاہیے، نہ اِس کی طلب ہونی چاہیے۔کوئی کسی وقت عزت کررہا ہے اِس کی تو بھی اُس کی توجہ نہ ہو اور کوئی نہیں کررہا ہے تو بھی اُس کی اہمیت نہ ہو کہ اِس نے کیوں نہیں کیا، اُس نے مصافحہ کیوں نہیں کیا، اُس نے میرے جوتے کیوں نہیں اُٹھائے۔اُس نے جوتے سیدھے کیوں نہیں کیے، اِس طرف التفات نہ ہو۔بس ان چیزوں سے بے نیاز ہونا چاہیے۔استغناء ہونا چاہیے طبعیت میں۔اور اَجر وہ صرف اللہ سے لینا ہے، کسی سے نہیں لینا۔

بزرگوں کا عمل :

ہمارے بزرگوں اور اکابر کے تو عجیب عجیب واقعات اور معاملات ہیں۔ہمارے والد صاحب رحمہ اللہ کا تو ہمیں یاد ہے ہم دیکھتے تھے کہ وہ کسی سے خدمت نہیں لیتے تھے، طالب علم سے بھی نہیں، شاگرد سے بھی خدمت نہیں لیتے تھے، اُن کے جوتے جو ہیں وہ کوئی کوئی اُٹھا سکتا تھا، ورنہ کوئی جرأت نہیں کرسکتا تھا اُن کے جوتے اُٹھانے کی، صرف ہم اُٹھا سکتے تھے اپنی اولاد کو بس اجازت تھی۔اُن کی اولاد اُن کے جوتے اُٹھالے اور رکھ دے، یہ تو حق ہے باپ کا، ٹھیک ہے باپ کے تو خادم ہیں ہم، اس میں کوئی بڑائی بھی نہیں آتی باپ کو، یہ تو اولاد کررہی ہے۔باقی کسی کو اُن کے جوتے چھیڑنے کی جرأت نہیں ہوسکتی تھی۔

اور کھڑے ہوجاتے تھے ہر ایک کے لیے، اپنے لیے کھڑا ہونا کسی کا پسند نہیں کرتے تھے۔جب ہم نے بخاری شریف اُن سے شروع کی اور دورۂ حدیث کا سبق شروع ہوا تو پہلے دن جب وہ تشریف لائے تو ہم سب

کھڑے ہوگئے لیکن بہت ناگواری سے اُنہوں نے اِس طرح منع کیا کہ پھر اَگلے دن کیا سال بھر جب تشریف لائے تو ہمیں جُرأت نہیں ہوئی۔ ہم چاہتے تھے کہ کھڑے ہو جائیں، دِل چاہتا تھا لیکن ہمت نہیں ہوتی تھی کسی کی کہ ناراض ہو جائیں گے۔ تو یہ طرز تھا، یہ عمل تھا ہمارے بزرگوں کا۔ تو بھئی اِخلاص اصل چیز ہے، مقصد یہ ہے آج یہ ابتدائی اور اِفتتاحی بیان جو ہمارا ہو رہا ہے اس میں ہمیں اپنا محاسبہ کرنا ہے روزانہ۔ روز اپنا محاسبہ کرتے رہنا پڑتا ہے۔ انسان کو ہر وقت اپنے دل کی کیفیت پر پہرا دینا پڑے گا۔ تو کہیں جا کر پھر سنبھلتا ہے معاملہ ورنہ انسان کے بس میں بھی نہیں ہے، یہ دِل تو ایسی چیز ہے۔ قلب نام ہی اس کا اس لیے ہے کہ یہ اُلٹتا پلٹتا رہتا ہے، قلب کہتے ہی پلٹنے کو ہیں۔

یہ دِل کیونکہ ہر وقت پلٹتا رہتا ہے ظاہری اعتبار سے بھی معنوی اعتبار سے بھی، ظاہری اعتبار سے بھی ہر وقت یوں دھڑک رہا ہے، کبھی کُھل رہا ہے کبھی بند ہو رہا ہے۔ اس لیے بھی قلب اور معنوی اعتبار سے بھی کبھی سوچ اِدھر ہے کبھی سوچ اُدھر ہے۔ کبھی دِل یہ چاہ رہا ہے کبھی دِل یہ چاہ رہا ہے۔ کبھی یہ خیال آ رہا ہے کبھی یہ، کبھی اِدھر رُجحان ہو رہا ہے کبھی اُدھر، دسیوں چیزیں ہیں تمنائیں ہیں جن کی کوئی حد ہی نہیں ہے کوئی بند ہی نہیں لگتا اُن کو، ختم ہونے کو نہیں آتیں۔ تو اِس پر پہرہ بٹھانا پڑے گا اور اللہ سے مدد مانگنی پڑے گی کہ اے اللہ میں اس پر پہرہ داری کرنا چاہتا ہوں، میں اِس کو قابو میں رکھنا چاہتا ہوں، تیری ذات کی طرف اِس کا رُخ کرنا چاہتا ہوں، تو میری مدد کر اور میری دستگیری کر، یہ اللہ سے مدد مانگیں۔ تو پھر اللہ کی مدد ہوگی انشاء اللہ اور اس کی اصلاح ہوگی، نیت میں اِخلاص آئے گا جب نیت میں اِخلاص آئے گا آپ کی خدمات جو دُنیا اور آخرت دونوں میں ہیں ان کی قدر ہوگی اور اللہ کے یہاں بہت بڑا اَجر ہوگا۔

حدیث میں ایک اور آدمی کا واقعہ بھی ہے لیکن بس ہمارا جو مقصد ہے اِس وقت وہ یہی ہے کہ ہماری نیت جو ہے وہ خالص ہونی چاہیے، چاہے طالب علم ہوں چاہے اُستاد ہوں چاہے کچھ ہوں۔ بس ہم دین کے خادم ہیں اور اِس خدمت کا بدلہ اللہ سے لیں گے کچھ اور مقصود نہیں ہے۔ بس اللہ تعالیٰ اس کا ہمیں بدلہ دیں گے انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اپنے دین پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

ترغیب .... طلباء کے لیے مختصر معمولات :

کچھ چیزیں ہیں جن کی ہم ہر سال طلباء کو ترغیب دیتے ہیں کہ اُن پر عمل کریں، اس سے فائدہ سب کے

لیے ہے خود طلباء کے لیے بھی اور ہمارے لیے بھی ہے اور مدرسہ کے لیے بھی ہے سب کے لیے اس میں فائدہ ہے انشاء اللہ، وہ یہ ہے کہ :

فجر کے وقت :

صبح کو فجر سے پہلے یا فجر کے بعد ہر طالب علم ''سورہ یٰسین شریف'' پڑھ لیا کرے ایک بار۔ ہماری خواہش ہوتی ہے کہ یہ عمل جاری رہنا چاہیے اور اس کی بڑی برکات ہیں، اس کے بڑے منافع ہیں۔ اِس لیے کہ یہ دور ہے فتنے کا اور اس وقت اہلِ حق کے لیے اور خاص کر دینی مدارس اور خانقاہوں کے لیے بہت خطرناک حالات ہیں۔ دُشمن یعنی سُپر پاور اِس وقت جو دُنیا کی ہیں اُن کی نظروں میں مدارس کھٹک رہے ہیں، اِس وقت ان کا بس نہیں چلتا کہ انہیں مَلیا میٹ کر دیں ختم کر دیں۔ یہ داڑھی والے کیوں نظر آرہے ہیں، مولوی کیوں نظر آرہے ہیں، یہ مدرس، اساتذہ کیوں نظر آرہے ہیں، یہ طلباء کیوں نظر آرہے ہیں حالانکہ آپ کے پاس چاقو نہیں ہے، خنجر نہیں ہے، ہتھیار نہیں ہے کچھ نہیں ہے، کوئی یہاں فوجی تربیت نہیں ہے اِس کے باوجود اُن کو آپ کا وجود برداشت نہیں ہے اور ان کے پاس مادی طاقت بے انتہاء ہے۔ اگر اللہ کی مدد و نصرت ہمارے ساتھ رہی تو اُن کے شر سے انشاء اللہ بچے رہیں گے ورنہ بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ کیونکہ ہم تو اُن کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتے مادی اعتبار سے۔ اِس لیے سورہ یٰسین شریف ضرور پڑھا کریں اور اس میں اہلِ حق کے لیے ہمارے اس مدرسے کے لیے مسجد حامد کے لیے خانقاہ کے لیے اور جہاں جہاں دُنیا بھر میں اہلِ حق کے دینی مراکز ہیں مساجد ہیں مدارس خانقاہیں ہیں سب کے لیے دُعا کیا کریں۔ اپنے باقی مسائل کے لیے بھی دُعا کیا کریں اپنے گھریلو مسائل کے لیے دُعا کیا کریں۔ تو صبح فجر سے پہلے یا فجر کے بعد ضرور کر لیا کریں۔ حافظ تو چلتے پھرتے بھی کر سکتے ہیں غیر حافظ دیکھ کر کر لیا کریں، اور سورہ یٰسین تو ایسی سورت ہے کہ جو غیر حافظ کو بھی یاد ہونی چاہیے۔ حفظ کر لینی چاہیے یہ کام آتی ہے۔

ظہر کے وقت :

دُوسرا ہم یہ چاہتے ہیں کہ ظہر سے پہلے یا ظہر کے بعد ''سورہ فتح'' کی تلاوت کر لیا کریں، اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا سورہ فتح کی بھی بہت فضیلت آتی ہے۔ نصرت و کامیابی، دُشمن کا غلبہ اور دُشمن کی ناکامی میں اِس کے بڑے اثرات ہیں، تو سورہ فتح کی تلاوت کا معمول بھی بنالیں۔ حافظ کے لیے کوئی مشکل نہیں، غیر حافظ دیکھ کر پڑھ لیا کریں۔

عصر کے وقت :

اور تیسرا معمول ہمارا یہ ہوتا ہے کہ عصر کی نماز کے بعد ''ختم خواجگان'' ہوتا ہی ہے، شروع ہوا ہی ہے، آپ پڑھ ہی رہے ہیں، دُعا سے پہلے ہی ہو جاتا ہے امام صاحب بتا دیتے ہیں۔ ختم خواجگان ایسا ختم ہے کہ جو ہمارے تمام بزرگانِ چشت میں چلا آرہا ہے اور ہمارے ہندوستان اور پاکستان کی جتنی خانقاہیں ہیں اکثریت چشتی سلسلہ کی ہیں۔ دیو بندی حضرات تو سارے ہی چشتی ہیں۔ حضرت رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اِن کا چشتی سلسلہ ہے۔ وہ اور بات ہے کہ وہ بیعت چاروں سلسلوں میں کرتے تھے اور اجازت بھی چاروں سلسلوں میں دیتے تھے تاکہ چاروں سلسلوں کی تعظیم اور ادب لوگوں کے دلوں میں قائم رہے۔ چاروں سلسلے ہی بابرکت ہیں، چشتی ہو، نقشبندی ہو، قادری ہو، سُہروردی ہو، سب مبارک سلسلے ہیں سلاسلِ طیبہ۔ تو اِس میں یہ ہے کہ یہ ساروں کا پسندیدہ عمل ہے، اور اس میں جو دُعائیں ہیں وہ احادیث سے لی گئی ہیں۔ ۱۰ مرتبہ درود شریف پڑھا جاتا ہے ۳۶۰ دفعہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَیْهِ پڑھنا ہے پھر اس کے بعد ۳۶۰ دفعہ سورہ الم نشرح پڑھنی ہوتی ہے پھر ۳۶۰ دفعہ یہی دُعا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَیْهِ پھر اِس کے بعد آخر میں ۱۰ مرتبہ درود شریف پڑھنا ہے۔ تو اول آخر دس دس دفعہ درود شریف اور بیچ میں ۳۶۰ دفعہ یہ دُعا اور سورہ الم نشرح پڑھنی ہے۔ تو درود شریف تو ہر ہر آدمی دس دس دفعہ پڑھ لیا کرے اور یہ جو دُعا ہے یہ تو ہر آدمی نے ۳۶۰ دفعہ نہیں پڑھنی۔ نماز میں بہت سارے لوگ ہیں، سب ایک دفعہ بھی پڑھ لیں تو بس ہو گیا۔ دو چار منٹ میں پورا ہو جاتا ہے ختم۔ دو منٹ میں پورا ہو جاتا ہے، تو یہ عصر کی نماز کے بعد دُعا سے پہلے پہلے کرایا جاتا ہے، سب بیٹھا کریں ذوق شوق سے پڑھا کریں اور اپنے گھریلو اور تمام مسائل کے لیے سب کے لیے دُعا بھی کیا کریں ہمارے لیے بھی کیا کریں۔

مغرب کے وقت :

اور مغرب کے بعد ''سورہ واقعہ'' پڑھ لیا کریں۔ یہ بہت افضل ہے، اپنے اور اپنے گھر کی نیت سے پڑھا کریں کیونکہ اکثر طلباء جو ہمارے ہوتے ہیں اکثریت غرباء کی ہوتی ہے مالی اعتبار سے پریشان حال ہوتے ہیں، ان کے گھر والے مسائل میں گھرے ہوتے ہیں، کوئی مقروض ہے، کوئی اِس حال میں ہے، کوئی اُس حال میں ہے اور ''سورہ مزمل'' بھی پڑھ لیا کریں۔ یہ دونوں سورتیں قرضوں سے نجات کے لیے مؤثر ہیں۔ اور حدیث شریف

میں آتا ہے کہ سورہ واقعہ جو پڑھے گا روزانہ، اُس کے یہاں کبھی فاقہ نہیں آئے گا یہ وعدہ حدیث میں آتا ہے۔ جب حدیث میں یہ بات آگئی تو یہ غلط نہیں ہوسکتی۔ اس لیے گھر والوں کو بھی کہیں کہ یہ پڑھ لیا کریں وہ نہیں پڑھتے تو آپ یہاں بیٹھ کر پڑھ لیا کریں اور اُن کی بھی نیت کرلیا کریں، ہماری بھی نیت کرلیا کریں، مدرسہ کی بھی نیت کرلیا کریں کیونکہ مدارس میں خرچے بے انتہاء ہیں، آمد بہت مشکل سے ہوتی ہے، بڑی مشکلات ہوتی ہیں، اس کے لیے بھی دُعا کیا کریں۔

عشاء کے وقت :

اور عشاء کے بعد یا سوتے وقت ''سورہ ملک'' اور ''سورہ الم سجدہ'' پڑھ لیا کریں۔ ان کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ جو یہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُس کو عذابِ قبر سے بچائے رکھیں گے، یہ فضیلت ہے اِن کی۔

بعض احادیث میں آتا ہے کہ جب عذاب کا فرشتہ آئے گا سر کی طرف سے تو یہ ''سورہ ملک'' سر کی طرف رُکاوٹ بن کر کھڑی ہوجائے گی بیچ میں، اِسے اللہ تعالیٰ کوئی شکل دے دیں گے۔ پاؤں کی طرف سے آئے گا تو پاؤں کی طرف کھڑی ہوجائے گی، دائیں طرف سے آئے گا تو رُکاوٹ بن جائے گی، بائیں طرف سے آئے گا تو رُکاوٹ بن جائے گی، حتی کہ وہ پھر دُور سے ہی سوال کرے گا قریب نہیں آسکے گا۔ اتنے اہم اور اتنے مشکل وقت کی ساتھی ہے یہ سورت، اور بعض روایات میں ایسا بھی آتا ہے کہ یہ اپنے اندر ایسے چھپالے گی جیسے مُرغی اپنے اندر چوزوں کو چھپالیتی ہے، ایسے اپنے اندر سمیٹ لے گی، اِس کو محفوظ کرلے گی بچالے گی اُس سے۔

اور یہ بھی آتا ہے روایات میں کہ جب آخرت میں اس کو کسی وجہ سے عذاب کا یا جہنم کا حکم ہوگا تو یہ ''سورہ الم سجدہ'' زوردار سفارش کرے گی اللہ کے دربار میں کہ اِس کو بخش دیں، اللہ تعالیٰ حکم دے چکیں گے کہ نہیں۔ پھر یہ اللہ سے کہے گی کہ یا تو مجھے مٹادے یا اِسے بخش دے، اور یہ تو اللہ کا کلام ہے، اللہ کی صفت ہے۔ تو جب یہ اتنی زوردار سفارش کرے گی تو اللہ تعالیٰ اِس کی بخشش کردیں گے کہ جاؤ میں نے بخش دیا۔ تو یہ بہت مشکل وقت کی ساتھی ہے۔

بس یہ معمولات ہیں تھوڑے سے، پتا بھی نہیں چلے گا پانچ سات منٹ لگیں گے اور اس کی عادت بنالیں ساری زندگی۔ ہمارے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے تمام مریدین کو شاگردوں کو اکثر کو یہ سمجھاتے تھے اس کی تلقین و نصیحت کرتے تھے زور دیتے تھے۔

جمعہ کے دِن کا خاص عمل :

اور ایک عمل ہے آخری وہ یہ عرض کرنا ہے کہ یہ تو آپ کو پتا ہے کہ یہ دور فتنوں کا ہے۔ فتنہ کِسے کہتے ہیں یہ معلوم ہے آپ کو؟ فتنہ اِسے کہتے ہیں کہ حق اور باطل کا فرق مِٹ جائے، انسان کو سمجھ میں نہ آئے کہ صحیح کیا ہے غلط کیا ہے، عقل کام نہ کرے۔ سمجھدار سے سمجھدار آدمی کی عقل جواب دے جائے، وہ کہے مجھے تو پتا نہیں چل رہا کہ کدھر جاؤں اِدھر جاؤں یا اُدھر جاؤں۔ یعنی اس میں یہ ہوتا ہے کہ باطل حق کا رُوپ اختیار کر کے سامنے آتا ہے تو آدمی بعض دفعہ اس کے دھوکہ میں آکر اُس پر چل پڑتا ہے اور گمراہ ہو جاتا ہے۔ تو جب حق اور باطل میں تمیز ختم ہو جاتی ہے تو پھر سوائے اللہ کے کوئی نہیں بچا سکتا۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ سورہ کہف جو ہے یہ سورۃ پندرھویں پارے میں جا کر ختم ہوتی ہے۔ یہ اگر کوئی شخص ہر جمعہ کو پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کو دجال کے فتنے سے بچالیں گے، اور حدیث شریف میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک دجال کے فتنہ سے بڑا کوئی اور فتنہ نہیں آئے گا۔ سارے فتنوں سے بڑا خطرناک فتنہ یہی ہے۔ اور بعض احادیث میں تو آتا ہے کہ قبر میں بھی دجال کا فتنہ پیش آئے گا تو اس لیے دُنیا کا فتنہ ہو یا قبر کا فتنہ ہو دونوں کی نیت سے پڑھ لیں کہ اللہ تعالیٰ دونوں سے بچائے۔ تو حضرتؒ سے بعض لوگ کہتے تھے کہ دجال تو بعد میں آئے گا ابھی تو ہمارے دَور میں نہیں ہے تو وہ فرماتے تھے کہ جب دجال کے فتنے سے اِس کی برکت سے اللہ بچائیں گے جو سب سے خطرناک فتنہ ہے تو چھوٹے موٹے فتنوں سے تو بطریق اولیٰ بچائیں گے۔ چھوٹے موٹے دجال کئی یہاں پھر رہے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک دفعہ عراقی وفد آیا جب ایران اور عراق کی بڑی زوردار جنگ ہو رہی تھی۔ عراق کے سفیر بھی تھے اور لوگ بھی تھے۔ ایرانی بھی آتے تھے بڑے سفیر آتے تھے، یہ تو ایسے آتے تھے جیسے مچھروں کی کھٹملوں کی بھیڑ ہو جاتی ہے یہ برساتی کیڑے ایسے آتے تھے، بڑے تیز لوگ ہیں۔ خیر وہ وفد آتے رہتے تھے یہ اُس زمانے کی بات ہے جب خمینی کا انقلاب نیا نیا تھا تو عراقی وفد بھی یہاں آیا تھا تو اُس موقع پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر کی تھی عربی میں بڑی عمدہ تقریر۔ اس میں اُن کا ایک جملہ مجھے آج تک یاد ہے کہ خمینی کے بارے میں انہوں نے فرمایا کہ **هُوَ دَجَّالٌ مِّنَ الدَّجَاجِلَةِ** یہ دجالوں میں سے ایک دجال ہے۔

ان تمام چھوٹے بڑے دجالوں کی نیت کر لیا کریں۔ شیطان کے فتنوں سے بچائے نفس کی خیانتوں سے

بچائے اور ہدایت پر قائم رکھے اور استقامت دے۔ بس اس نیت سے سورہ کہف پڑھ لیا کریں ہر جمعہ کو۔ اور اگر ہر جمعہ کو سورہ کہف نہیں پڑھ سکتے تو روزانہ اِس کی پہلی دس آیتیں پڑھ لیا کریں۔ اس کی پہلی دس آیتیں پوری ہو جاتی ہیں وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا پر، چھوٹی چھوٹی آیتیں ہیں اور صرف پندرہ سے بیس سیکنڈ لگتے ہیں تو اگر جمعہ کو پوری سورۃ پڑھ سکتے ہیں تو وہ پڑھ لیں، وہ نہیں پڑھ سکتے تو روزانہ شروع کی دس آیتیں پڑھ لیں اِن کی بھی حدیث میں یہ فضیلت آتی ہے کہ یہ فتنوں سے بچاتی ہے۔

یہ چند معمولات ہیں حدیث کے قرآن کے اِن پر عمل کریں ہمیں بھی ثواب ملے گا۔ آپ ہمارے لیے دُعا کریں ہم آپ کے لیے دُعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطاء فرمائے **وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین .**

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے (ادارہ)

ماہِ ذی الحجہ کے فضائل واحکام

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب ﴾

ماہِ ذی الحجہ کی لفظی ومعنوی تحقیق :

''ذی الحجہ'' عربی زبان کا جملہ ہے، اور یہ دراصل دو لفظوں کا مجموعہ ہے، ایک ''ذی'' اور دوسرا ''الحجہ''۔ ذی کے معنی ہیں ''والا'' اور الحجہ کے معنی ''حج کرنے'' کے آتے ہیں، تو ذی الحجہ کے معنی ہوئے ''حج کرنے والا مہینہ'' اس مہینہ میں کیونکہ حج کی ادائیگی کی جاتی ہے اور حج اسلام کا ایک عظیم رکن ہے، لہٰذا اِس مہینہ کے ساتھ حج کی ادائیگی کا تعلق ہونے کی وجہ سے اِس کو ذی الحجہ یعنی حج والا مہینہ قرار دیا گیا ہے۔

ماہِ ذی الحجہ کی فضیلت :

اِس مبارک مہینے میں اسلام کا ایک اہم رُکن ''حج'' ادا ہوتا ہے اس لیے اس مہینے کو ذی الحجہ (یعنی حج والا مہینہ) کہتے ہیں اور حج کے علاوہ اِس مبارک مہینے میں اسلامی تہوار ''عیدالاضحیٰ'' کی شکل میں ادا کیا جاتا ہے جس میں لاکھوں بندگانِ خدا بارگاہِ خداوندی میں قربانی کا نذرانہ پیش کرتے ہیں، اس کے علاوہ یہ مہینہ عظمت وفضیلت والے مہینوں میں سے ہے جس میں عبادت کا خاص مقام ہے اور اس مہینہ کا پہلا عشرہ تو بہت ہی فضیلت رکھتا ہے اور عرفہ (یعنی ۹ روذی الحجہ) کے دن کی فضیلت کا تو ٹھکانا ہی نہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے :

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ط ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ'' (سُورہ توبہ آیت ۳۶)

''یقیناً شمار مہینوں کا (جو کہ) کتابِ الٰہی (یعنی احکام شرعیہ) میں اللہ کے نزدیک (معتبر ہیں) بارہ مہینے (قمری) ہیں (اور کچھ آج سے نہیں بلکہ) جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کیے تھے (اُسی روز سے اور) اِن میں چار خاص مہینے ادب کے ہیں (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب) یہی (امرِ مذکور) دین مستقیم ہے (یعنی اِن مہینوں کا بارہ ہونا اور چار کا

بالتخصیص اَشہر حرم ہونا) سوتم اِن سب مہینوں کے بارے میں (دین کے خلاف کر کے جو کہ موجب گناہ ہے) اپنا نقصان مت کرنا۔'' (بیان القرآن ملخص)

عَنِ ابْنِ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ کَھَیْئَتِہٖ یَوْمَ خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَلسَّنَۃُ اثْنَا عَشَرَ شَھْرًا مِّنْھَا اَرْبَعَۃٌ حُرُمٌ ثَلٰثٌ مُّتَوَالِیَاتٌ ذُوالْقَعْدَۃِ وَذُوالْحِجَّۃِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِیْ بَیْنَ جُمَادٰی وَشَعْبَانَ (صحیح بخاری فی التفسیر وبدء الخلق والتوحید والاضاحی واللفظ لہٗ. مسلم فی القسامۃ ومسند احمد)

''حضرت ابن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے (حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنے خطبہ میں) ارشاد فرمایا کہ (اس وقت) زمانہ گھوم پھر کر اُسی حالت پر آ گیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا تھا (یعنی اب اس کے دنوں اور مہینوں میں کمی زیادتی نہیں ہے جو جاہلیت کے زمانے میں مشرک کیا کرتے تھے۔ اب وہ ٹھیک ہو کر اُس طرز پر آ گئی ہے جس پر ابتداء اور اصل میں تھی لہٰذا) ایک سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے، ان میں چار مہینے حرمت و عزت والے ہیں جن میں تین مہینے مسلسل ہیں یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور ایک رجب کا مہینہ ہے جو کہ جمادی الاخریٰ اور ماہ شعبان کے درمیان آتا ہے''۔ (بخاری، مسلم و مسند احمد)

تشریح :

اس آیتِ شریفہ اور حدیث شریف سے واضح ہوا کہ ان مہینوں کی جو ترتیب اور ان مہینوں کے جو نام (یعنی محرم، رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ) اسلام میں معروف و مشہور اور رائج ہیں وہ انسانوں کے اپنے بنائے ہوئے نہیں ہیں بلکہ ربُّ العالمین نے جس دن آسمان و زمین پیدا کیے تھے اُسی دن یہ ترتیب اور یہ نام اور اِن کے ساتھ خاص مہینوں کے خاص احکام بھی متعین فرما دیے تھے، ان احکام کو ان مہینوں کے مطابق رکھنا ہی دین مستقیم ہے، اور ان میں اپنی طرف سے کمی زیادتی اور ترمیم و تبدیلی کرنا فہم کے ٹیڑھے اور سوچ کے ناقص ہونے کی نشانی ہے اور ان مہینوں میں ان کے متعینہ احکام و احترام کی خلاف ورزی کرنا، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو چھوڑ دینا، کوئی گناہ کرنا،

اور عبادت میں کوتاہی کرنا اپنے اُوپر ظلم ہے۔

تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں سال کے بارہ مہینے مانے جاتے تھے اور ان میں سے چار مہینے ''یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب'' بڑے مبارک اور فضیلت و عظمت، ادب و شرافت، اعزاز و اکرام اور احترام والے مہینے سمجھے جاتے تھے، تمام نبیوں کی شریعتیں اس بات پر متفق ہیں کہ ان چار مہینوں میں ہر عبادت کا ثواب زیادہ ہوتا ہے، اور اِن مہینوں میں کوئی گناہ کرے تو اُس کا وبال بھی زیادہ ہوتا ہے، حضور ﷺ سے پہلی شریعتوں میں اِن مہینوں کے اندر جہاد و قتال بھی منع تھا۔ ان چار مہینوں کو عربی زبان میں " اَشْھُرِ حُرُمْ " یعنی عظمت واحترام والے مہینے کہا جاتا ہے، ان چار مہینوں کو عظمت واحترام والے مہینے دو وجہ سے کہا گیا ہے، ایک تو اِس وجہ سے کہ ان مہینوں میں جہاد و قتال حرام تھا دوسرے اس وجہ سے کہ یہ مہینے عظمت و فضیلت اور ادب و شرافت والے ہیں، ان کا احترام ضروری ہے اور ان مہینوں میں عبادت کا ثواب بھی زیادہ ملتا ہے۔ اِن دونوں میں سے پہلا حکم یعنی جہاد و قتال کا منع ہونا تو ہماری اسلامی شریعت میں منسوخ اور ختم ہوگیا اور اب اِن مہینوں میں قتال و جہاد جائز ہے۔ اور دوسرا حکم یعنی ادب و احترام اور عبادت کا اہتمام اب بھی اسلام میں باقی ہے۔ مفسّرِ عظیم امام ابوبکر جصّاص رحمہ اللہ اپنی تفسیر ''احکامُ القرآن'' میں فرماتے ہیں کہ ان بابرکت مہینوں کی خاصیت یہ ہے کہ ان میں جو شخص کوئی عبادت کرتا ہے اُس کو بقیہ مہینوں میں بھی عبادت کی توفیق اور ہمت ہوتی ہے، اسی طرح جو شخص کوشش کر کے اِن مہینوں میں اپنے آپ کو گناہوں اور بُرے کاموں سے بچا کر رکھے تو باقی سال کے مہینوں میں بھی اُس کو ان برائیوں اور گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے اِس لیے ان مہینوں سے فائدہ نہ اُٹھانا ایک عظیم نقصان ہے۔ (معارف القرآن، انوار البیان بتغیر)

ایک روایت میں ہے :

سَیِّدُ الشُّھُوْرِ شَھْرُ رَمَضَانَ وَاَعْظَمُھَا حُرْمَۃً ذُوالْحِجَّۃِ (بزار، بیہقی فی شعب الایمان عن ابی سعید، قال السیوطی حسن، الجامع الصغیر ج ۴ رقم ۴۷۴۹)

''تمام مہینوں کا سردار رمضان کا مہینہ ہے اور تمام مہینوں میں زیادہ معظم و مکرم ذوالحجہ کا مہینہ ہے۔'' (بزار، بیہقی فی شعب الایمان، الجامع الصغیر ج ۴ رقم ۴۷۴۹)

لہٰذا ذی الحجہ کے بابرکت مہینے کی قدر کرتے ہوئے گناہوں سے بچنے اور نیکی وتقوے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ ذی الحجہ کا مہینہ عظمت وشرافت والے مہینوں میں سے ہے جن کو عربی میں حرمت والے مہینے کہا جاتا ہے، اور اِن مہینوں میں عبادت وطاعت کی خاص فضیلت اسلام میں اب بھی باقی ہے، اور روزہ بھی عبادت وطاعت میں داخل ہے، اس نقطۂ نظر سے اس مہینہ میں روزہ رکھنا بھی باعث فضیلت ہے اور حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کا بطورِ خاص بعض احادیث میں ذکر بھی ملتا ہے، نیز بعض محدثین وفقہاء کرام کی تصریحات سے بھی حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کا مستحب ومندوب ہونا ثابت ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صُمْ شَھْرَ الصَّبْرِ وَ یَوْمًا مِّنْ کُلِّ شَھْرٍ قَالَ زِدْنِیْ فَاِنَّ بِیْ قُوَّۃً قَالَ صُمْ یَوْمَیْنِ قَالَ زِدْنِیْ قَالَ صُمْ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ قَالَ زِدْنِیْ قَالَ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُکْ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُکْ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُکْ وَقَالَ بِاَصَابِعِہِ الثَّلَاثَۃِ فَضَمَّھَا ثُمَّ اَرْسَلَھَا (ابوداوٗد فی صوم اشھر الحرم واللفظ لہٗ. ابن ماجہ فی صیام اشھر الحرم و مسند احمد)

''حضور اکرم ﷺ نے (ایک صحابی کو خطاب کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا کہ صبر یعنی رمضان کے مہینے کے روزے رکھو اور ہر مہینے میں ایک دن کا روزہ رکھ لیا کرو، اُن صحابی نے عرض کیا کہ مجھے اِس سے زیادہ کی طاقت ہے لہٰذا میرے لیے اور اضافہ کردیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر مہینے میں دو دن روزہ رکھ لیا کیجیے، پھر اُن صحابی نے عرض کیا کہ میرے لیے اور اضافہ فرمادیجیے (کیونکہ مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھ لیا کیجیے، پھر اُن صحابی نے عرض کیا کہ میرے لیے اور اضافہ فرمادیجیے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اشہر حرم (ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب کے مہینوں) میں روزہ رکھو اور چھوڑو (آپ نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی) اور آپ نے اپنی تین اُنگلیوں سے اشارہ فرمایا اُن کو ساتھ ملادیا پھر چھوڑ دیا) مطلب یہ تھا کہ اِن مہینوں میں تین دن روزہ رکھو پھر تین دن ناغہ کرو اور اِسی طرح کرتے رہو)۔''

فائدہ : حدیث میں ان چار مہینوں کے اندر روزہ رکھنے کا جو طریقہ بتلایا گیا ہے ضروری نہیں کہ ہر شخص

اس طریقے کے مطابق روزے رکھے بلکہ جس طرح اور جتنے روزے بھی کوئی ان مہینوں میں رکھ لے تو بہت فضیلت کا باعث ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اُن صحابی کے لیے یہی طریقہ مناسب سمجھا تھا اس لیے اُن کی شان اور حالت کے مطابق یہ طریقہ تجویز فرمایا۔

وضاحت : سال میں پانچ دن ایسے ہیں جن میں روزے رکھنا حرام ہے۔ اِن میں سے ایک عید کا دن ہے اور باقی چار دن ذی الحجہ کی دسویں، گیارہویں، بارہویں اور تیرھویں تاریخوں کے دن ہیں۔ (شامی)

ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی فضیلت :

ویسے تو ذی الحجہ کا پورا مہینہ ہی اپنی ذات میں خیر و برکت والا مہینہ ہے لیکن اس مہینہ کا پہلا عشرہ خصوصیت کے ساتھ مزید فضیلت کا حامل ہے۔ قرآن پاک میں ہے :

وَالْفَجْرِ o وَلَيَالٍ عَشْرٍ o وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ o (سورہ فجر)

''قسم ہے فجر (کے وقت) کی اور (ذی الحجہ کی) دس راتوں (یعنی دس تاریخوں) کی (کہ وہ نہایت فضیلت والی ہیں كَذَا فُسِّرَ فِي الْحَدِيْثِ) اور جفت کی اور طاق کی (جفت سے مراد دسویں تاریخ ذی الحجہ کی اور طاق سے نویں تاریخ کذا فی الحدیث)۔'' (بیان القرآن)

تشریح : اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کئی چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کی قسم کھانے سے یقینی طور پر اُس چیز کا عظمت و فضیلت والی چیز ہونا ثابت ہوتا ہے۔

پہلی چیز جس کی قسم کھائی گئی ''فَجْر'' یعنی صبح صادق کا وقت ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد ہر روز کی صبح ہو کہ وہ عالم میں ایک عظیم انقلاب لاتی ہے اور حق تعالیٰ شانہ کی قدرت کاملہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اِس سے کسی خاص دن کی فجر مراد ہو۔ بعض مفسرین حضرات نے اس سے خاص دس ذی الحجہ کی صبح مراد لی ہے۔ حضرت مجاہد اور حضرت عکرمہ رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے بھی ایک روایت میں یہ قول منقول ہے۔ حضرت امام قرطبی رحمہ اللہ نے اس تاریخ کے خاص ہونے کی ایک علمی وجہ بھی لکھی ہے جس کے مطابق دس ذی الحجہ کی صبح دُنیا کے تمام دنوں میں ایک خاص شان رکھتی ہے۔ (معارف القرآن بتغیر)

دوسری چیز جس کی قسم کھائی گئی ہے وہ '' وَلَيَالٍ عَشْرٍ'' دس راتیں ہیں۔ جمہور مفسرین ائمہ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت قتادہ، حضرت مجاہد، حضرت سُدّی، حضرت ضحاک، حضرت کلبی رحمہم اللہ کے نزدیک اِن دس

راتوں سے مراد ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتیں ہیں، کیونکہ حدیث میں ان کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ ابوزبیرؒ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے ان دس راتوں کی تفسیر میں فرمایا کہ اِس سے مراد ذی الحجہ کا پہلا عشرہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ دس راتیں وہی ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں آئی ہیں وَاَتْمَمْنَاهَا بِعَشْرٍ (سورہ اعراف آیت ۱۴۲) کیونکہ یہی دس راتیں سال کے ایام میں افضل ہیں۔ امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت جابرؓ کی مذکورہ حدیث سے ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کا تمام دنوں میں افضل ہونا معلوم ہوا اور اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے بھی یہی دس راتیں ذی الحجہ کی مقرر کی گئی تھیں (ملخص از تفسیر دُرِ منثور، تفسیر حقانی، معارف القرآن، انوار البیان بتغیر)۔

تیسری اور چوتھی چیز جس کی قسم کھائی گئی ہے "وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ" ہے۔ شفع کے لغوی معنی جوڑ کے ہیں جس کو اُردو میں جفت کہتے ہیں اور وتر کے معنی طاق اور فرد کے ہیں، قرآن کریم کے الفاظ میں یہ متعین نہیں کہ اس جفت اور طاق سے کیا مراد ہے، اس لیے ائمۂ تفسیر کے اقوال اس میں بے شمار ہیں، مگر خود مرفوع حدیث جو ابوزبیرؒ نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے اُس کے الفاظ یہ ہیں :

(وَالْفَجْرِ ○ وَلَيَالٍ عَشْرٍ) قَالَ هُوَ الصُّبْحُ وَعَشْرُ النَّحْرِ وَالْوَتْرُ يَوْمُ عَرَفَةَ وَالشَّفْعُ يَوْمُ النَّحْرِ (قرطبی ج ۲۰ ص ۳۹)

"یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وَالْفَجْرِ ○ وَلَيَالٍ عَشْرٍ کے متعلق فرمایا کہ فجر سے مراد "صبح" اور عشر سے مراد "عشرۂ نحر" ہے (اور یہ عشرہ ذی الحجہ کا پہلا ہی عشرہ ہوسکتا ہے جس میں یومِ نحر یعنی ۱۰ر ذی الحجہ شامل ہے) اور فرمایا کہ وتر سے مراد عرفہ کا دن اور شفع سے مراد یومِ نحر (دسویں ذی الحجہ) ہے۔"

امام قرطبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو نقل کر کے فرمایا کہ یہ اسناد کے اعتبار سے زیادہ صحیح ہے بہ نسبت دوسری حدیث کے (معارف القرآن بتغیر)۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " مَا مِنْ اَيَّامٍ اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهَا اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ" يَعْنِىْ اَيَّامَ الْعَشْرِ، قَالَ قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا الْجِهَادُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ:" وَلَا الْجِهَادُ

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِلَّا رَجُلًا خَرَجَ بِنَفْسِہٖ وَمَالِہٖ، ثُمَّ لَمْ یَرْجِعْ مِنْ ذٰلِکَ بِشَیْءٍ"
(صحیح بخاری فی الجمعة، ابودوٗد، ترمذی، ابن ماجه و دارمی فی الصوم و مسند احمد واللفظ له، الترغیب والترهیب ج ۲ ص ۱۲۷)

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: ''کوئی دن ایسانہیں ہے کہ جس میں نیک عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں اِن (ذی الحجہ کے) دس دنوں کے نیک عمل سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا یہ اللہ کے راستے میں جہادکرنے سے بھی بڑھ کر ہے؟ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا ''اللہ کے راستے میں جہادکرنے سے بھی بڑھ کر ہے مگر وہ شخص جو جان اور مال لے کر اللہ کے راستے میں نکلے، پھر اُن میں سے کوئی چیز بھی واپس لے کر نہ آئے'' (سب اللہ کے راستے میں قربان کردے، اورشہید ہوجائے یہ اِن دنوں کے نیک عمل سے بھی بڑھ کر ہے)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ "مَا مِنْ اَیَّامٍ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰہِ وَلَا اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنَ الْعَمَلِ فِیْھِنَّ مِنْ ھٰذِہِ الْاَیَّامِ الْعَشْرِ فَاَکْثِرُوْا فِیْھِنَّ مِنَ التَّھْلِیْلِ وَالتَّکْبِیْرِ وَالتَّحْمِیْدِ" (احمد،بیهقی وغیره)
(سنده جید. الفتح الربانی بترتیب مسند امام احمد ص ۱۶۸ ج ۲۰)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ " مَا مِنْ اَیَّامٍ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰہِ وَلَا اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ الْعَمَلُ فِیْھِنَّ مِنْ اَیَّامِ الْعَشْرِ فَاَکْثِرُوْا فِیْھِنَّ مِنَ التَّسْبِیْحِ وَالتَّحْمِیْدِ وَالتَّھْلِیْلِ وَالتَّکْبِیْرِ"
(طبرانی فی الکبیر، باسناد جید) (الترغیب ج ۲ ص ۱۲۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے یہاں اِن (ذی الحجہ کے) دس دنوں کی عبادت سے بڑھ کرعظیم اورمحبوب تر کوئی عبادت نہیں لہٰذا اِن میں لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کثرت سے پڑھا کرو۔'' (احمد، بیہقی وغیرہ) اورایک روایت میں سُبْحَانَ اللّٰہِ کا ذکر بھی ہے (طبرانی)

وضاحت : اس قسم کی اور بھی کئی روایات آئی ہیں، ایک روایت میں عشرہ ذی الحجہ کے ہردن کے روزہ کو

ایک سال کے روزوں کے برابر شمار کیا گیا ہے (ابن ماجہ، ترمذی، بیہقی، قال الترمذی حدیث غریب، الترغیب والترھیب) اسی لیے بعض حضرات نے فرمایا کہ ۸/ ذی الحجہ تک روزے رکھنا مستحب اور ۹ ذی الحجہ کا روزہ مسنون ہے (عمدة الفقہ)۔

مذکورہ آیت کی تفسیر اور حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ذی الحجہ کے مہینہ کے پہلے دس دنوں کی بڑی فضیلت اور اہمیت ہے۔ دراصل یہ عشرہ حج کا عشرہ ہے اور اِن دنوں کا خاص عمل حج ہے لیکن حج مکہ معظّمہ جا کر ہی ہوسکتا ہے پس جو لوگ وہاں نہیں جاسکتے اُن کو اپنی جگہ رہتے ہوئے اِن دنوں میں خاص فضیلت عطا کردی گئی ہے لہٰذا اِن مبارک دنوں میں غیر ضروری تعلقات سے ہٹ کر اللہ جل شانہ کی عبادت اور اطاعت بہت لگن اور توجہ کے ساتھ کرنی چاہیے اور ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہنا اور ذکر وفکر، تسبیح وتلاوت، صدقہ، خیرات اور نیک اعمال میں کچھ نہ کچھ اضافہ کرنا اور گناہوں سے بچنا چاہیے نیز روزوں کا بھی جہاں تک ہوسکے اہتمام کرنا چاہیے۔

پہلے عشرہ میں بال اور ناخن نہ کاٹنا :

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَأَیْتُمْ هِلَالَ ذِی الْحِجَّةِ وَاَرَادَ اَحَدُکُمْ اَنْ یُّضَحِّیَ فَلْیُمْسِكْ عَنْ شَعْرِہٖ وَاَظْفَارِہٖ (مسلم فی الاضاحی واللفظ له، ترمذی، نسائی، ابوداوٗد، ابن ماجه، دارمی فی الاضاحی ومسند احمد)

''اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ''جب ذی الحجہ کا چاند نظر آجائے (یعنی ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہوجائے) اور تم میں سے کسی کا قربانی کرنے کا اِرادہ ہو تو وہ جسم کے کسی حصہ کے بال اور ناخن نہ کاٹے۔'' (مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، مسند احمد)

وضاحت : اس حدیث اور اس جیسی دوسری احادیث کو مدِ نظر رکھتے ہوئے فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ قربانی کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد قربانی کرنے تک اپنے ناخن نہ کاٹے اور سر بغل اور ناف کے نیچے، بلکہ بدن کے کسی حصہ کے بال بھی نہ کاٹے۔ لیکن یاد رہے کہ ایسا کرنا مستحب ہے ضروری نہیں لہٰذا اگر کوئی شخص قربانی سے پہلے ایسا کرلے تو بھی کوئی گناہ نہیں ہے اور اس سے قربانی میں کوئی

خلل نہیں آتا، البتہ قربانی سے پہلے اگر چالیس روز گزر گئے ہوں تو پھر ناخن کاٹنا اور ناف کے نیچے اور بغل کے بالوں کی صفائی ضروری ہے۔(احسن الفتاویٰ، شامی) یاد رہے کہ کم از کم ایک مٹھی کی مقدار ڈاڑھی رکھنا ہمیشہ واجب ہے اور اس سے کم کرنا یا مونڈنا باتفاقِ اُمت جائز نہیں۔(شامی)

۹ رذی الحجہ کے روزہ کے فضائل واحکام :

احادیث میں ۹ رذی الحجہ کے روزے کی بیش بہا فضیلت بیان کی گئی ہے، ایک روایت میں ہے :

عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ یَوْمِ عَرَفَةَ قَالَ " یُکَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِیَةَ وَالْبَاقِیَةَ " (مسلم فی الصیام واللفظ لہ، مسند احمد) وقد روی المنذری ھذا الحدیث من وجوہ فی الترغیب و الترھیب ج ۲ ص ٦۷ تا ٦۹)

''حضرت ابوقتادہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرفہ (یعنی ۹ رذی الحجہ) کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا آپ ﷺ نے فرمایا (۹ رذی الحجہ کا روزہ رکھنا) ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کے گناہوں کا کفارہ ہے۔'' (مسلم، احمد)

وضاحت : گناہوں کی دو قسمیں ہیں ایک کبیرہ (بڑے) گناہ دوسرے صغیرہ (چھوٹے) گناہ، حدیث میں جن گناہوں کی بخشش کا ذکر ہے اُن سے صغیرہ گناہ مراد ہیں مگر صغیرہ گناہوں کی معافی بھی کوئی معمولی نعمت نہیں اور کبیرہ گناہوں کے بارے میں اصولی و تحقیقی بات یہ ہے کہ وہ بغیر توبہ وندامت کے معاف نہیں ہوتے (البتہ اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ رحمت کا معاملہ فرمادیں تو الگ بات ہے) اور حقوق العباد حق ادا کیے بغیر یا صاحب حق کے معاف کیے بغیر معاف نہیں ہوتے (معارف القرآن ج ۲، سورہ نساء آیت ۳۱) اور سچی توبہ کے تین رکن ہیں (۱) اول یہ کہ اپنے کیے پر ندامت اور شرمساری کا ہونا، حدیث میں ارشاد ہے: اِنَّ التَّوْبَةَ مِنَ الذَّنْبِ اَلنَّدَمُ، یعنی گناہ سے توبہ ندامت کا نام ہے (کنز العمال) (۲) دوسرا رُکن توبہ کا یہ ہے کہ جو گناہ کیا ہے اُس کو فورًا چھوڑ دے اور آئندہ بھی اُس سے باز رہنے کا پختہ عزم وارادہ کرے۔(۳) تیسرا رکن یہ ہے کہ فوت شدہ چیزوں کی تلافی کی فکر کرے یعنی جو گناہ سرزد ہو چکا ہے اُس کی جتنی تلافی اُس کے قبضہ میں ہے اُس کو پورا کرے خواہ وہ اللہ کے حقوق ہوں جیسے قضاء نمازیں، روزے، زکوة، حج، قربانی، صدقۂ فطر، قسم کا کفارہ، جائز منت وغیرہ اِن کو حسب

قدرت ادا کرے فوت شدہ نمازوں اور روزوں وغیرہ کی صحیح تعداد یاد نہ ہو تو غور وفکر سے کام لے کر ایک اندازہ متعین کرے پھر اُن کی قضاء کرے اور ادائیگی کا پورا اہتمام کرے، بیک وقت نہیں کر سکتا تو جتنا ہو سکے تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کرے۔ اور خواہ بندوں کے حقوق ہوں جیسے قرض و دین، میراث، کسی بھی قسم کا جانی و مالی نقصان اور ایذاء رسانی وغیرہ اُن کو ممکنہ حد تک ادا کرنے کی کوشش کرے یا حقدار سے معافی حاصل کرے۔ (معارف القرآن ج ۲ سُورہ نساء آیت ۱۸)

☆ عرفہ کے دن کی فضیلت ہر شخص کو اُس ملک کی تاریخ کے اعتبار سے حاصل ہوگی جس ملک میں وہ شخص موجود ہے پس جو شخص کسی ایسے ملک میں ہے کہ وہاں کی تاریخ سعودی عرب سے ایک دن پیچھے ہے تو اُس ملک والے کے لیے سعودی عرب کی تاریخ کا اعتبار نہ ہوگا کہ سعودیہ میں دس ذی الحجہ یعنی بقرعید کا دن ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ عیدالاضحیٰ ہر شخص اپنے ملک کی تاریخ کے اعتبار سے کرے گا، اسی طرح عرفہ بھی عیدالاضحیٰ سے ایک دن پہلے شمار ہوگا (کذا یفھم من عامۃ الاصول وھو ظاھر جدا وان لم یکن ظاھرا علی من کان ضدا)

☆ بعض لوگ عرفہ کے دن کسی ایک مقام پر اکٹھے اور جمع ہونے کو ثواب سمجھتے ہیں اور عرفات میں حاجیوں کے اجتماع کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، اِس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں بلکہ بے بنیاد اور من گھڑت بات ہے، لہٰذا اِس سے پرہیز کرنا چاہیے (ہدایہ، فتح القدیر وعامۃ الکتب)

☆ حجاجِ کرام کے حق میں عرفات میں عرفہ کے دن کا روزہ عام حالات میں مکروہ ہے، تاکہ ضعف کی وجہ سے وقوف عرفات کے اعمال میں کمی واقع نہ ہو اور غروب ہوتے ہی مزدلفہ کی طرف چلنا آسان رہے، البتہ جس حاجی کو اپنے بارے میں یقین ہو کہ روزہ رکھنے سے وقوفِ عرفات اور دعائیں وغیرہ مانگنے اور سورج غروب ہونے کے فوراً بعد مزدلفہ روانگی میں کوئی خلل نہ ہوگا اُس کے لیے مکروہ نہیں بلکہ یہ روزہ اُس کے حق میں بھی مستحب ہوگا۔ (معارف السنن ج ۶ ص ۱۰۸، ۱۰۹، درس ترمذی ج ۲ ص ۵۸۸، ۵۸۹)

☆ عشرہ ذی الحجہ اور نو ذی الحجہ کے روزوں کے مسائل دوسرے نفل روزوں کی طرح ہیں۔ (شامی وہندیہ)

تکبیر تشریق (۹ تا ۱۳ ذی الحجہ) :

جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ ذی الحجہ کا پورا مہینہ ہی عبادت وفضیلت والا مہینہ ہے اور اس مہینہ کا پہلا عشرہ

خاص طور پر فضیلت رکھتا ہے اِس میں عبادت، ذکر (تکبیر، تہلیل اور حمد یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وغیرہ) کی کثرت کرنی چاہیے پھر اس میں بھی ۹ر تاریخ سے لے کر ۱۳ر تاریخ تک پانچ دنوں میں تکبیر تشریق کی خاص تاکید اور فضیلت ہے، ان پانچ دنوں میں حجاج کرام کو بھی ذکر کی خاص تاکید کی گئی ہے وَاذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ (سورہ بقرہ آیت ۲۰۳) یعنی ''اور اللہ کو یاد کرو گنتی کے چند دنوں میں''۔ ان چند دنوں سے مراد ایام تشریق ہیں جن میں ہر نماز کے بعد تکبیر کہنا واجب ہے (معارف القرآن، انوار البیان وغیرہ) حضرت عمر بن خطاب اور حضرت علی رضی اللہ عنہما وغیرہ سے اِن دنوں میں تکبیر تشریق پڑھنا منقول ہے۔

یہ تکبیر '' اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ '' نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں ذی الحجہ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے۔ (کتب الفقہ)

تکبیر تشریق کی حکمت :

اِن دنوں میں تکبیرِ تشریق کہنے کی حکمت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور عظمت دلوں میں پختہ ہو، جس ذات کی دل میں عظمت ہوتی ہے آدمی اُس کے ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے بلکہ اُس کے اشاروں پر چلتا اور اُس کی چاہت کو مدنظر رکھ کر عمل کرتا ہے۔ بار بار مسلمانوں کو اس طرف متوجہ کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دلوں میں بٹھائیں، اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلے میں نفس و شیطان، رشتہ دار، دوست و احباب کسی کی بات نہ مانیں، عظمت و کبریائی صرف اللہ کے لیے ہے، اُسی کی اطاعت کریں، اُس کی اطاعت میں آنے والی ہر رُکاوٹ کا مقابلہ کریں۔ یہ درحقیقت پیش نظر رکھ کر یہ تکبیرات کہنا چاہیے، پھر اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و محبت دل میں پیدا ہورہی ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوٹ رہی ہے یا نہیں؟ اور آخرت کی فکر دل میں پیدا ہورہی ہے یا دن بدن دنیا کی ہوس اور محبت میں اضافہ ہورہا ہے؟

تکبیر تشریق کے احکام :

☆ ان تاریخوں میں یہ تکبیر ہر فرض نماز کے بعد مرد، عورت، مقیم و مسافر، حاجی و غیر حاجی، تنہا اور جماعت سے نماز پڑھنے والے ہر ایک پر واجب ہے اور مسبوق و لاحق مقتدی پر بھی بقیہ نماز سے فراغت پر یہ تکبیر کہنا واجب ہے۔ (وہوالاحوط والمفتیٰ)

☆ یہ تکبیر صرف فرض نماز (اور جمعہ کی نماز) کے بعد پڑھنے کا حکم ہے سنت اور نفل کے بعد نہیں۔

☆ یہ تکبیر مرد درمیانی بلند آواز سے اور عورت آہستہ پڑھے۔ بہت سی خواتین اور مرد حضرات یہ تکبیر نہیں پڑھتے ،اسی طرح بعض مرد حضرات آہستہ یا بہت بلند آواز سے پڑھتے ہیں یہ دونوں باتیں قابلِ اصلاح ہیں۔

☆ فرض نماز کے سلام پھیرتے ہی فوراً بعد یہ تکبیر پڑھنی چاہیے۔ سلام کے فوراً بعد اگر کوئی یہ تکبیر پڑھنا بھول جائے تو اگر نماز کے خلاف کوئی کام نہیں کیا اور یاد آ گیا تو تکبیر کہہ دینی چاہیے۔

☆ ان پانچ دنوں کی کوئی فوت شدہ نماز اُسی سال اِن پانچ دنوں کے اندر ہی قضاء کرے تو اُس نماز کے بعد بھی یہ تکبیر کہنا واجب ہے، البتہ اگر ان پانچ دنوں سے پہلے کی کوئی نماز ان پانچ دنوں کے اندر قضاء کرے یا اِن دنوں کی کوئی فوت شدہ نماز ان دنوں کے گزر جانے کے بعد قضاء کرے تو پھر تکبیر نہ کہے۔

☆ اگر کسی نماز کے بعد امام یہ تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ فوراً خود تکبیر کہہ دیں امام کے تکبیر کہنے کا انتظار نہ کریں۔

☆ یہ تکبیر ہر فرض نماز کے بعد صرف ایک مرتبہ کہنے کا حکم ہے اور صحیح قول کے مطابق ایک سے زیادہ مرتبہ کہنا سنت کے خلاف ہے۔ (شامی)

☆ بقرعید کی نماز کے بعد بھی یہ تکبیر کہہ لینی چاہیے۔ **(مأخذ اکثر هذه المسائل البحر الرائق ج ۲ باب العیدین)**

عیدالاضحیٰ کی رات کے فضائل :

ذی الحجہ کا مہینہ برکتوں والا مہینہ ہے، خاص طور پر اس کا پہلا عشرہ (یعنی ابتدائی دس دن) اور اس میں بھی بطورِ خاص دس راتیں زیادہ فضیلت و اہمیت کی حامل ہیں جیسا کہ ''ذی الحجہ کے پہلے عشرے کی فضیلت'' کے ضمن میں گزر چکا ہے۔ اور اس عشرہ کی آخری اور دسویں رات کیونکہ عیدالاضحیٰ کی بھی رات ہے، اور کئی روایات میں عیدین کی راتوں کی فضیلت کا تذکرہ موجود ہے، چند روایات اس سلسلہ میں ملاحظہ ہوں۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ '' مَنْ قَامَ لَیْلَتَیِ الْعِیْدَیْنِ مُحْتَسِبًا لَمْ یَمُتْ قَلْبُهٗ یَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ'' (رواه ابن ماجه) قال المنذری ورواته ثقات الا ان بقیة مدلس وقد عنعنه (الترغیب و الترهیب ج ۲ ص ۹۸).

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''جس شخص نے دونوں عیدوں (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کی راتوں کو ثواب کا یقین رکھتے ہوئے زندہ رکھا (عبادت میں مشغول اور گناہ سے بچا رہا) تو اُس کا دل اُس (قیامت کے ہولناک اور دہشت ناک) دن نہ مرے گا جس دن لوگوں کے دل (خوف وہراس اور دہشت وگھبراہٹ کی وجہ سے) مردہ ہو جائیں گے۔'' (ابن ماجہ)

ایک روایت میں ہے :

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ خَمْسُ لَیَالٍ لَایُرَدُّ فِیْھِنَّ الدُّعَاءُ لَیْلَةُ الْجُمُعَةِ وَاَوَّلُ لَیْلَةٍ مِّنْ رَجَبَ وَ لَیْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَلَیْلَتَا الْعِیْدِ

(عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۱۷ ، کتاب الصیام باب النصف من شعبان واخرجه البیهقی فی شعب الایمان ج ۲ ص ۱۳، باب الصیام فی لیلة العید وفضائل الاوقات للبیهقی ص ۳۱۲ ، باب فی فضل العید رقم الحدیث ۱۴۹)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دعا رد نہیں کی جاتی، اور وہ جمعہ کی رات، رجب کی پہلی رات، نصف شعبان کی شب اور عیدین کی دونوں راتیں ہیں۔'' (عبدالرزاق، بیہقی فی شعب الایمان، فضائل الاوقات)

ایک روایت میں عید کی رات میں نماز کی فضیلت اس طرح بیان فرمائی گئی ہے :

مَنْ صَلّٰی لَیْلَةَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰی لَمْ یَمُتْ قَلْبُهٗ یَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ .

(کنز العمال ج ۸ ص ۵۴۹ رقم ۲۴۱۰۸ بحواله طبرانی)

''جس نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی رات میں نماز پڑھی اُس کا دل اُس قیامت کے دن مردہ نہ ہوگا جس دن لوگوں کے دل مردہ ہو جائیں گے۔''

عیدین کی راتوں کی فضیلت کے بارے میں وارد ہونے والی بیشتر روایات سند کے اعتبار سے اگرچہ کچھ کمزور ہیں، لیکن ایک تو عید الاضحیٰ کی رات کی فضیلت صرف ان روایات پر موقوف نہیں کیونکہ ذی الحجہ کے پہلے

عشرے کی آخری رات ہے اور اس عشرے کی راتوں کی فضیلت صحیح حدیث سے ثابت ہے جس کا پہلے ذکر کیا جاچکا، دوسرے فضائل کے معاملہ میں روایات کا ضعف قابل قبول ہو جاتا ہے، تیسرے ان روایات کے مختلف سندوں کے ساتھ مروی ہونے کی وجہ سے ضعف کسی درجہ میں دُور بھی ہو جاتا ہے، لہٰذا اس موقع پر روایات کی سندوں کے ضعف کو بنیاد بنا کر عیدین کی راتوں کی فضیلت کا یک طرفہ انکار کرنا درست نہیں، جیسا کہ عظیم محدث شارح مسلم امام نووی رحمہ اللہ اور بعض دیگر محدثین نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ لہٰذا اِس رات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہا جائے۔ ذکر، تلاوت، تسبیح، استغفار اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام کیا جائے اہل وعیال کے ساتھ اُنس ومحبت سے پیش آئے غرضیکہ خیر کے کاموں میں یہ رات گزاری جائے، اگر زیادہ عبادت کی توفیق اور ہمت نہ ہو سکے تو کم از کم عشاء اور فجر کی نماز اپنے اپنے وقت پر پڑھ لی جائے اور درمیان میں کوئی گناہ نہ کیا جائے۔

حج وقربانی ماہِ ذی الحجہ کی خاص عبادت :

ذی الحجہ کے مہینے کی اِس سے بڑی اور کیا فضیلت ہوگی کہ دو اہم عبادتیں جو سال بھر کے دوسرے دنوں میں انجام نہیں دی جاسکتیں۔ ان کو انجام دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کو منتخب فرمایا۔ یہ دو عبادتیں ایسی ہیں کہ اِن اوقات کے علاوہ دوسرے اوقات میں اگر اِن عبادتوں کو کیا جائے گا تو وہ عبادت ہی نہیں شمار ہوں گی۔

ان میں سے ایک عبادت ''حج'' ہے۔ یہ ایسی عبادت ہے جو اِن دنوں کے علاوہ دوسرے دنوں میں انجام نہیں دی جاسکتی۔ حج کے ارکان مثلاً عرفات میں جاکر ٹھہرنا، مزدلفہ میں رات گزارنا۔ جمرات کی رمی کرنا وغیرہ یہ ارکان واعمال ایسے ہیں کہ اگر انہی دنوں میں انجام دیا جائے تو عبادت ہے اور دنوں میں اگر کوئی شخص عرفات میں دس دن ٹھہرے تو یہ کوئی عبادت نہیں۔ جمرات سال بھر کے بارہ مہینے تک منیٰ میں کھڑے ہیں لیکن دوسرے دنوں میں کوئی شخص جاکر اِن کو کنکریاں ماردے تو یہ کوئی عبادت نہیں۔ تو حج جیسی اہم عبادت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان ہی دنوں کو مقرر فرمادیا ہے کہ اگر بیت اللہ کا حج اِن دنوں میں انجام دو گے تو عبادت ہوگی اور اُس پر ثواب ملے گا ورنہ نہیں۔ لیکن دوسری عبادتیں مثلاً پانچ وقت کی نماز انسانی فرائض میں سے ہے، مگر جب چاہے نفلی نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ رمضان میں روزہ فرض ہے مگر نفلی روزہ جب چاہے رکھیں۔ زکوٰۃ سال میں ایک مرتبہ فرض ہے مگر نفلی صدقہ جب چاہے ادا کریں۔

حج کے فضائل :

ذی الحجہ کے مہینہ کی دوسری خاص اور اہم عبادت حج ہے۔ لٰہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حج سے متعلق بھی چند باتیں پیش کر دی جائیں۔

''حج'' اسلام کا اہم رُکن اور فریضہ :

اسلام کے پانچ ارکان میں سے آخری اور تکمیلی رُکن بیت اللہ کا حج ہے۔ ''حج'' اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین عبادت ہے اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا شعار ہے۔ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت آدم اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے خانہ کعبہ کا حج کیا ہے اور کوئی پیغمبر ایسا نہیں ہوا جس نے حج نہ کیا ہو۔ (عمدۃ الفقہ بتغیر)

حج کے فرض ہونے کا حکم راجح قول کے مطابق ۹ رہجری میں آتا ہے۔ اور اس سے ایک سال بعد یعنی اگلے سال ۱۰ رہجری میں آپ ﷺ نے وصال سے تین مہینے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی بہت بڑی جماعت کے ساتھ حج فرمایا جو '' حَجَّةُ الْوِدَاعِ '' کے نام سے مشہور ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُنِىَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ وَحَجِّ الْبَيْتِ . (بخاری فی الایمان والتفسیر، مسلم فی الایمان، ترمذی فی الایمان ونسائی فی الایمان) .

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر قائم کی گئی ہے، ایک اِس حقیقت کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (عبادت اور بندگی کے لائق) نہیں اور محمد (ﷺ) اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں، دوسرے نماز قائم کرنا، تیسرے زکوٰۃ ادا کرنا، چوتھے حج کرنا، پانچویں رمضان کے روزے رکھنا۔'' (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ فَرَضَهُنَّ اللّٰهُ فِى الْاِسْلَامِ فَمَنْ جَآءَ بِثَلَاثٍ لَمْ يُغْنِيْنَ عَنْهُ شَيْئًا حَتّٰى يَأْتِىَ بِهِنَّ جَمِيْعًا اَلصَّلٰوةُ وَالزَّكٰوةُ وَصِيَامُ رَمَضَانَ وَحَجُّ الْبَيْتِ . (مسند احمد)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (علاوہ ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' پر ایمان لانے کے) اللہ تعالیٰ نے اسلام میں چار چیزیں اور فرض کی ہیں پس جو شخص ان میں سے تین کو ادا کرے تو وہ اُس کو (پورا) کام نہ دیں گی جب تک سب کو ادا نہ کرے، نماز زکوٰۃ اور رمضان کے روزے اور بیت اللہ کا حج''۔

فائدہ : اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نماز، زکوٰۃ، روزہ سب کرتا ہو مگر حج فرض نہ کیا ہو تو اُس کی نجات کے لیے کافی نہیں (''حیٰوۃ المسلمین'' از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ الْحَجَّ فَحَجُّوْا. (مسلم، نسائی، مسند احمد)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبہ دیا اور اُس میں فرمایا کہ اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ نے حج فرض کر دیا ہے لہٰذا اِس کو ادا کرنے کی فکر کرو۔''

حج کس پر فرض ہے ؟

ہر مسلمان صاحبِ استطاعت پر حج کرنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ط وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ . (سورہ آل عمران آیت ۹۷)

''اللہ تعالیٰ کی (رضا) کے واسطے بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے ان لوگوں پر جو اُس تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو شخص (اللہ تعالیٰ) کا حکم نہ مانے تو (اللہ تعالیٰ کا اِس میں کیا نقصان ہے) اللہ تعالیٰ تو تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے''۔

تشریح : اس میں وہ شخص تو داخل ہے ہی جو صراحتاً حج کے فریضہ کا منکر ہو، حج کو فرض نہ سمجھے، اُس کا دائرۂ اسلام سے خارج اور کافر ہونا ظاہر ہے، اس لیے '' وَمَنْ كَفَرَ '' کا لفظ اس پر صراحتاً صادق ہے اور جو شخص عقیدہ کے طور پر فرض سمجھتا ہے لیکن باوجود استطاعت وقدرت کے حج نہیں کرتا وہ بھی ایک حیثیت سے منکر ہی ہے، اُس پر لفظ '' وَمَنْ كَفَرَ '' کا اطلاق تہدید وتاکید کے لیے ہے کہ یہ شخص کافروں جیسے عمل میں مبتلا ہے جیسے کافر ومنکر حج نہیں کرتے یہ بھی ایسا ہی ہے۔ اسی لیے فقہائے کرام رحمہم اللہ نے فرمایا کہ آیت کے اس جملہ میں اُن

لوگوں کے لیے سخت وعید ہے جو باوجود قدرت و استطاعت کے حج نہیں کرتے کہ وہ اپنے اِس عمل سے کافروں کی طرح ہو گئے، کیونکہ اس آیت میں استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والوں کے رویّہ کو " وَمَنْ كَفَرَ " کے لفظ سے بیان کیا ہے اور " فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ " کی وعید سنائی گئی، اس کا مطلب یہی ہوا کہ ایسے ناشکرے اور نافرمان جو کچھ بھی کریں اور جس حال میں مریں اللہ کو اُن کی کوئی پرواہ نہیں۔ (معارف القرآن ج۲ ص۱۲۲)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يُوْجِبُ الْحَجَّ قَالَ اَلزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ (ترمذی، ابن ماجه)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اُس نے پوچھا کہ کیا چیز حج کو واجب کر دیتی ہے؟ آپ نے فرمایا سفر کا سامان اور سواری۔

قرآن مجید کی مذکورہ آیت میں حج فرض ہونے کی شرط مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا بتائی گئی ہے کہ حج اُن لوگوں پر فرض ہے جو سفر کر کے مکہ معظّمہ تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں، ایک سوال کرنے والے صحابی نے اس استطاعت کی وضاحت چاہی تو آپ نے مختصراً اِس کے بارے میں فرمایا کہ ایک تو سواری کا انتظام ہو جس پر مکہ معظّمہ تک سفر کیا جا سکے (خواہ اپنی ہو یا کرایہ کی) اور اِس کے علاوہ کھانے پینے جیسی ضروریات کے لیے اتنا سرمایہ ہو جو اِس سفر کے زمانہ میں گزارے کے لیے کافی ہو۔ فقہائے کرام رحمہم اللہ نے احادیث و آیات میں غور فرما کر استطاعت کی ایسی وضاحت فرمادی ہے کہ اِس کی روشنی میں ہر شخص اپنے اُوپر حج فرض ہونے کا فیصلہ آسانی سے کر سکتا ہے، آپ بھی اِس میں غور کر کے اپنے اُوپر حج فرض ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کر لیجیے۔

حج کی استطاعت کا مطلب :

حج فرض ہونے میں جس قُدرت اور استطاعت کی ضرورت ہے اس کا مطلب یہ ہے :

''جس مسلمان، عاقل، بالغ صحت مند، غیر معذور کے پاس اس کی اصلی اور بنیادی ضروریات سے زائد اور فاضل اتنا مال ہو جس سے وہ بیت اللہ تک آنے جانے اور وہاں کے قیام و طعام کا خرچ برداشت کر سکے اور اپنی واپسی تک اُن اہل و عیال کے خرچ کا انتظام بھی کر سکے جن کا نان و نفقہ اُس کے ذمہ واجب ہے اور راستہ بھی مامون (امن والا) ہو تو ہر ایسے مسلمان پر حج فرض ہے۔ عورت کے لیے چونکہ بغیر محرم کے سفر کرنا شرعاً جائز نہیں اس

لیے وہ حج پر اس وقت قادر سمجھی جائی گی جب اس کے ساتھ کوئی شرعی محرم حج کرنے والا ہو، خواہ محرم اپنے خرچ سے حج کر رہا ہو یا عورت اُس کے سفر کا خرچ بھی برداشت کرے۔''
(معارف القرآن جلد۲ ص۱۲۲)

قربانی کے فضائل :

اس مہینے کی دوسری خاص عبادت '' قربانی'' ہے۔ قربانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے ذی الحجہ کے تین دن (یعنی دس، گیارہ اور بارہ تاریخ) مقرر فرما دیے ہیں۔ ان دنوں کے علاوہ اگر کوئی شخص قربانی کی عبادت کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔ یہاں تک کہ اگر کسی نے قربانی کا جانور متعین کیا ہوا تھا لیکن اُس کی قربانی نہیں کی اور یہ تین دن گزر گئے، تب بھی اُس جانور کو ذبح کرنا جائز نہیں بلکہ اُس کو زندہ صدقہ کرنا ضروری ہے۔ (اصلاحی خطبات ج ۲)

کئی احادیث میں قربانی کے فضائل آئے ہیں، ایک حدیث میں اس کی فضیلت یوں بیان کی گئی ہے:

''مَا عَمِلَ آدَمِیٌّ مِنْ عَمَلٍ یَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ اِھْرَاقِ الدَّمِ ، اِنَّھَا لَتَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِقُرُوْنِھَا وَاَشْعَارِھَا وَاَظْلَا فِھَا، وَاِنَّ الدَّمَ لَیَقَعُ مِنَ اللّٰہِ بِمَکَانٍ قَبْلَ اَنْ یَّقَعَ مِنَ الْاَرْضِ فَطِیْبُوْا بِھَا نَفْسًا '' (رواہ الترمذی و ابن ماجہ فی الاضاحی، الترغیب والترھیب ج ۲ ص ۹۹)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ بقرعید کی دس تاریخ کو کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے بڑھ کر محبوب اور پسندیدہ نہیں اور قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے بالوں، سینگوں اور کھروں کو لے کر آئے گا (اور یہ چیزیں عظیم ثواب ملنے کا ذریعہ بنیں گی) اور فرمایا کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبولیت حاصل کر لیتا ہے لہٰذا تم خوش دِلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔ (ترمذی، ابن ماجہ، حاکم)

فائدہ : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دس ذی الحجہ کے دن قربانی کرنے سے جو فضیلت حاصل ہو سکتی ہے وہ اِس کے مقابلہ میں کسی دوسرے عمل سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اسی لیے اگر کوئی شخص مثلاً پانچ ہزار روپیہ قربانی کرنے پر خرچ کرتا ہے اور دوسرا شخص قربانی کے بجائے پچاس ہزار روپیہ صدقہ کرتا ہے تب بھی قربانی کرنے والے کو زیادہ فضیلت حاصل ہو گی۔

ایک روایت میں ہے :

مَا اُنْفِقَتِ الْوَرِقُ فِیْ شَیْءٍ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ نَّحْرٍ یُّنْحَرُ فِیْ یَوْمِ عِیْدٍ (رواہ الطبرانی فی الکبیر والاصبھانی، (الترغیب والترھیب ج ۲ ص ۱۰۰)

''عید کے دن قربانی کا جانور ذبح کرنے کے لیے پیسے خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کے یہاں اور چیزوں میں خرچ کرنے سے زیادہ افضل ہے۔'' (طبرانی)

ایک اور روایت میں ہے :

قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا ھٰذِہِ الْاَضَاحِیْ؟ قَالَ ' سُنَّۃُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَامُہٗ '' قَالُوْا فَمَالَنَا فِیْھَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ ''بِکُلِّ شَعْرَۃٍ حَسَنَۃٌ '' قَالُوْا فَالصُّوْفُ قَالَ ''بِکُلِّ شَعْرَۃٍ مِّنَ الصُّوْفِ حَسَنَۃٌ''

(رواہ ابن ماجہ والحاکم وغیرھما ، الترغیب والترھیب ج ۲ ص ۹۹)

''ایک مرتبہ حضرات صحابہؓ نے سوال کیا یا رسول اللہ! اِن قربانیوں کی کیا حقیقت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ طریقہ ہمارے باپ ابراہیم علیہ السلام سے جاری ہوا ہے اور یہ اُن کا طریقہ چلا آرہا ہے (جس کی اتباع کا ہم کو حکم دیا گیا ہے) صحابہؓ نے عرض کیا ہم کو اِن میں کیا ملتا ہے؟ فرمایا ''ہر بال کے بدلہ ایک نیکی''! عرض کیا اُون والے جانور یعنی بھیڑ دنبہ کے ذبح پر کیا ملتا ہے؟ فرمایا ''اُون میں سے ہر بال کے بدلہ ایک نیکی ملتی ہے۔'' (ابن ماجہ، حاکم)

فائدہ : ایک روایت میں ہے کہ قربانی کے ذبح ہونے کے وقت زمین پر پہلا قطرہ گرنے سے قربانی کرنے والے کے گزشتہ (صغیرہ گناہ) معاف کردیے جاتے ہیں (بزار، ابن حبان، ترغیب ترہیب ج۲ص۱۰۰)

ایک اور روایت میں ہے کہ قربانی کا خون بظاہر اگرچہ زمین پر گرتا ہے لیکن درحقیقت وہ اللہ عزوجل کی حفاظت اور نگہبانی میں داخل ہوجاتا ہے (ترغیب ترہیب ج۲ص۱۰۰ بحوالہ طبرانی فی الاوسط)۔ ایک روایت میں ہے کہ جو شخص خوش دلی اور اخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے قربانی کرتا ہے تو یہ قربانی اُس کے لیے آگ (یعنی دوزخ سے) آڑ بن جاتی ہے۔ (ترغیب ترہیب ج۲ص۱۰۰ بحوالہ طبرانی فی الکبیر)

بسنت کا تہوار

﴿ حضرت مولانا محمود الرّشید حدوٹی ﴾

بسنت ہندوستانی زبان سنسکرت کا لفظ ہے، جس کے معنی ''بہار'' کے ہیں، یعنی جب موسم بہار شروع ہوتا ہے تو ہندو یہ تہوار پتنگیں اُڑا کر مناتے ہیں۔ فیروز اللغات اُردو میں بسنت کا معنی یہ لکھا ہے: (۱) بہار کا موسم، موسم بہار کا ایک تہوار (۲) بسنت کے موسم میں گائے جانے والے گیت (۳) سری راگ کی چوتھی راگنی (۴) ستیلا چیچک (۵) سرسوں کے کھلے ہوئے زرد رنگ کے پھول۔

ہندوؤں کا تہوار ملک بھر میں بلکہ دُنیا بھر میں عام ہو رہا ہے، پاکستان میں ہندوؤں سے بھی زیادہ اہتمام کے ساتھ منایا جاتا ہے، کروڑوں روپے کی پتنگیں اور ڈوریں استعمال کی جاتی ہیں، فلمی دُنیا اور مغرب زدہ عورتیں بھی اِس میں خوف حصہ لیتی ہیں، بڑے بڑے سیاستدان اپنے دوستوں کے ہمراہ بسنت منانے کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر کا رُخ کرتے ہیں، بسنت کے تہوار کے رونق میلہ بڑھانے کے لیے باقاعدہ نقل و حرکت شروع ہو جاتی ہے۔

عید بسنت :

مسلمانوں کے تو دو ہی تہوار ہیں ایک ''عید الفطر'' اور دوسرا ''عید الاضحیٰ''، لیکن ہندوؤں کی جہد و کاوش سے اب ''بسنت'' کی اہمیت بھی عید کی طرح سمجھی اور بیان کی جا رہی ہے۔

علامہ ابو ریحان محمد البیرونی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ''کتاب الہند'' میں ہندوؤں کی عیدوں اور میلوں کے تذکرہ میں رقمطراز ہیں :

> ''اس مہینے میں استواء ربیعی ہوتا ہے، جس کا نام بسنت ہے، ہندو لوگ حساب سے اس وقت کا پتہ لگا کر اُس دن عید کرتے ہیں اور برہمنوں کو کھانا کھلاتے اور جیٹھ کے پہلے دن جو اجتماع (یعنی اماوس) کا دن ہے، عید کرتے ہیں، اور نیا غلہ تبرکاً پانی میں ڈالتے ہیں۔''
>
> (کتاب الہند البیرونی ص ۳۶۷ بحوالہ غیر اسلامی تہوار ص ۹)

پتنگ بازی کی خرابیاں :

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے قرآن وسنت اور عقل سلیم کی روشنی میں اس کھیل کی جو خرابیاں بیان کی ہیں وہ ہم کچھ اضافہ، کمی اور ترمیم کے ساتھ اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں :

(۱) پتنگ کے پیچھے دوڑنا : اس کا وہی حکم ہے جو کبوتر کے پیچھے دوڑنے کا ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ نے دوڑنے والے کو شیطان فرمایا ہے (مسند احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۶)

(۲) دوسروں کی پتنگ لُوٹنا : رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جسے بخاری ومسلم نے نقل کیا "نہیں لُوٹتا کوئی شخص اِس طرح لُوٹنا کہ لوگ اُس کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھتے ہوں اور وہ پھر بھی مومن رہے۔" یعنی دوسروں کی چیز لُوٹنا ایمان کے منافی ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ پتنگ لُوٹنے میں مالک کی اجازت ہوتی ہے اس لیے حدیث شریف کی وعید کا اِس سے تعلق نہیں تو اِس کا جواب یہ ہے کہ مالک کی اجازت ہرگز نہیں ہوتی چونکہ عام رواج اِس کا ہو رہا ہے اس لیے خاموش ہو جاتا ہے دل سے ہرگز رضامند اور خوش نہیں۔ اگر اس کا بس چلے تو وہ خود دوڑے اور کسی کو اپنی پتنگ نہ لُوٹنے دے۔ یہی وجہ ہے کہ پتنگ کٹ جانے کے بعد آدمی جلدی جلدی ڈور کھینچتا ہے کہ جو ہاتھ لگ جائے غنیمت ہے۔

(۳) ڈور لُوٹ لینا : ڈور لُوٹنے میں پتنگ لُوٹنے سے زیادہ قباحت ہے کیونکہ پتنگ تو ایک ہی آدمی کے ہاتھ آتی ہے اور ڈور کئی لوگوں کے ہاتھ لگتی ہے۔ بہت سے آدمی گناہ میں شریک ہوتے ہیں اور ان تمام آدمیوں کے گناہ گار ہونے کا باعث وہی پتنگ اُڑانے والا ہوتا ہے اور مسلم شریف کی ایک حدیث کے مطابق اِن سب کے برابر اِس اکیلے اُڑانے والے کو گناہ ہوتا ہے۔

(۴) دوسرے کو نقصان پہنچانے کی نیت : اس پتنگ بازی میں ہر شخص کی یہ نیت اور کوشش ہوتی ہے کہ دوسرے کی پتنگ کاٹ دوں اور اُس کا نقصان کر دوں، حالانکہ مسلمان کو نقصان پہنچانا حرام ہے اور اس حرام فعل کی نیت سے دونوں (یعنی کاٹنے والا اور کٹوانے والا) گناہ گار ہوتے ہیں۔

(۵) نماز اور خدا کی یاد سے غافل ہو جانا : یہ وہ بات ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں شراب اور جوئے کے حرام ہونے کی علت بتائی ہے۔ (دیکھیں سورۂ مائدہ آیت ۹۱)

(۶) بے پردگی ہونا : بالعموم پتنگ بازی چھتوں پر چڑھ کر کی جاتی ہے جس سے قرب و جوار کے

پڑوسیوں کو تکلیف پہنچتی ہے اور بے پردگی علیحدہ ہوتی ہے۔

(۷) جانی نقصان : پتنگ بازی کے دوران چھت سے گر کر مرنے یا ہاتھ ٹوٹنے کی خبریں اخبارات میں چھپتی رہتی ہیں۔ اسی طرح پتنگ یا ڈور لُوٹنے کے دوران ٹریفک کے حادثات بھی اب بکثرت ہونے لگے ہیں۔ بعض کی خبریں اخبارات میں چھپتی رہتی ہیں اور بہت سے واقعات نامہ نگاروں تک بھی نہیں پہنچ پاتے۔ جس کھیل میں انسانی جان ضائع ہونے لگے اُسے کھیل کہنا عقل کے خلاف ہے۔ رسول اللہ ﷺ تو ہم پر اس قدر مہربان ہیں کہ جس چھت پر منڈیر نہ ہو اُس چھت پر سونے سے منع فرمایا کہ مبادا اَچانک اُٹھ کر چلنے سے نیچے گر پڑے اور جانی نقصان ہو جائے تو اس کھیل کی کیوں ممانعت نہ ہوگی جس میں اب آئے دن جانی نقصان ہوتا رہتا ہے۔

(۸) مالی نقصان : پتنگ بازی میں قوم کا کروڑوں روپیہ بلاوجہ ضائع ہو جاتا ہے۔ پتنگ ڈور تو مہنگی ہوتی ہی ہے اب اِس کے ساتھ لائٹنگ، لاؤڈ اسپیکر، دعوت وغیرہ کے التزامات مستزاد ہونے لگے ہیں۔

(۹) دیگر گناہ : ان سابقہ خرابیوں کے علاوہ اب ہمارے دور میں پتنگ بازی کے موقع پر ہوائی فائرنگ، لاؤڈ اسپیکر پر نعرہ بازی، گانا بجانا، مرد عورتوں کا مخلوط اجتماع بھی بکثرت ہونے لگا ہے۔ ان میں ہر کام بذاتِ خود ناجائز ہے اور جو کھیل ان سب گناہوں پر مشتمل ہو اُس کے جائز ہونے کا کیا سوال ہے؟

(۱۰) سابقہ وجوہات کی بناء پر فقہاء کرام رحمہم اللہ پتنگ بازی کو ناجائز قرار دیتے ہیں یعنی موجودہ صورت میں پتنگ اُڑانا، پتنگ لُوٹنا، ڈور لُوٹنا، پتنگ بیچنا، خریدنا سب ناجائز ہے حتی کہ اس پیشہ سے تعلق رکھنے والے حضرات کو کوئی دوسرا جائز پیشہ اختیار کرنا ضروری ہے جسکی آمدنی شرعاً حلال ہو۔ (کھیل و تفریح کا شرعی حکم)

شریعت کیا کہتی ہے ؟

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضرت نبی اکرم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے، یہاں اہلِ مدینہ دو تہوار منایا کرتے تھے، ان میں کھیل تماشے کیا کرتے تھے، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ یہ تہوار جو تم مناتے ہو اِن کی حقیقت کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم جاہلیت میں یہ تہوار منایا کرتے تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ان دو تہواروں کے بدلے میں ان سے بہتر دو دن تمہارے لیے مقرر کیے ہیں اور وہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن ہیں۔ (ابوداؤد) اس روایت میں بتایا کہ مسلمانوں کو ان تہواروں سے روک دیا گیا جو زمانہ جاہلیت میں وہ منایا کرتے تھے۔

(۲) صحیح بخاری شریف کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی اُس کا حشر اُسی قوم کے ساتھ ہوگا، اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں چاہیے اس ہندووانہ رسم کو نہ صرف خود چھوڑیں بلکہ اِس کی ڈٹ کر مخالفت بھی کریں۔

(۳) صحیح بخاری شریف ہی کی ایک دوسری روایت ہے جس میں حضرت نبی اکرم ﷺ نے یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرنے کا حکم دیا، اور فرمایا کہ اِن کی مخالفت کرو، ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں چھوٹی کرو، جب یہود و نصاریٰ کی مخالفت کا حکم دیا گیا تو اِس میں یہی حکمت کارفرما تھی کہ مسلمان اِن کے ساتھ مشابہت نہ رکھیں بلکہ مسلمان کو اِن سے ممتاز اور علیحدہ رہنا چاہیے، یہود کی طرح ہنود کی رسم بد کو بھی بیخ و بن سے اُکھاڑ پھینکنا چاہیے۔

(۴) مسلم شریف کی ایک روایت میں مسلمانوں کو اہل کتاب کے ساتھ معمولی سی مشابہت رکھنے سے بھی روک دیا گیا ہے، عمرو بن العاصؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں کے درمیان فرق سحری کھانا ہے، اہل کتاب دن رات کا روزہ رکھتے ہیں، سحری نہیں کھاتے، اس لیے فرمایا گیا کہ تم سحری کھایا کرو۔

(۵) حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت سمجھو، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، مالداری کو فقیری سے پہلے، فراغت کو مشغولیت سے پہلے اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔ (مشکوٰۃ شریف)

اس مقام پر فراغت کو مشغولیت سے پہلے غنیمت سمجھنے کا حکم دیا گیا۔ اس فراغت کو غنیمت سمجھنے کا مطلب اپنے کو ہر دم یادِ خدا میں مشغول رکھنا ہے، لہو و لعب اور پتنگ بازی میں اس فراغت کا استعمال وقت کا زیاں ہے۔ اگر انسان یونہی فضول کاموں میں وقت ضائع کریگا تو بارگاہ رب العالمین میں اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

(۶) لاکھوں روپے کے پتنگ اور ڈوریں استعمال کی جاتی ہیں، جن کا دنیوی فائدہ ہے اور نہ ہی اُخروی، سوائے فضول خرچی کے اِسے کوئی دوسرا نام نہیں دیا جا سکتا اور فضول خرچی کرنے والے کو رب العالمین نے شیطان کا بھائی قرار دیا ہے۔ اس لیے برادر شیطان کہلوانے سے بہتر ہے کہ مسلمان اس کام کو ترک کر دیں۔

(۷) بارگاہِ ایزدی میں انسان سے یہ سوال بالکل نہیں پوچھا جائے گا کہ اُس نے کتنی پتنگیں اُڑائی تھیں اور کتنے پیچے اُڑائے تھے اور کتنوں کے پتنگ کاٹے تھے، اس کے برعکس بارگاہِ خداوندی سے ابن آدم کو اس وقت

تک ملنے نہیں دیا جائے گا جب تک اُس سے یہ نہ پوچھ لیا جائے کہ : اس نے عمر کہاں گزاری؟ جوانی کہاں برباد کی؟ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ علم پر کتنا عمل کیا؟

(۸) پتنگ بازی کا مشغلہ انسان کو یادِ خدا سے غافل کر دیتا ہے، اس لیے ہر اُس تفریح اور مشغلہ کو باطل قرار دیا گیا جو یادِ حق سے غافل کر دے۔

(۹) اسلامی تعلیمات میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، لیکن پتنگ بازی میں اِس کے برعکس ہوتا ہے، جس کی پتنگ کٹتی ہے اُسے غصہ آتا ہے وہ بڑبڑاتا ہے پھر جو کچھ منہ میں آتا ہے وہ کہتا ہے، اسی طرح بسا اوقات بات طول پکڑ جاتی ہے تو ہاتھ بھی استعمال ہو جاتے ہیں، جس سے دوسرے مسلمان کو تکلیف پہنچتی ہے۔

(۱۰) حضرت نبی اکرم ﷺ نے کنکریاں پھینکنے سے منع کیا ہے، اس ممانعت کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ نہ اِس سے شکار ہوسکتا ہے اور نہ اِس سے دشمن زخمی ہوسکتا ہے۔ البتہ یہ کنکری کا دانت توڑ سکتی ہے یا آنکھ پھوڑ سکتی ہے، اسی طرح پتنگ بازی سے انسانی جسم و جان کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا، اور نہ ہی ایسا کھیل ہے جس سے جہادی کام کیا جاسکے۔

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لُدھیانویؒ سے پتنگ بازی کے بارے میں سوال کیا گیا، اس کے جواب میں انہوں نے لکھا کہ :

پتنگ اُڑانا جائز نہیں ہے اس میں مندرجہ ذیل مفاسد ہیں :

(۱) کبوتر کے پیچھے بھاگنے والے کو حضور ﷺ نے شیطان فرمایا ہے **عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَجُلاً یَتَّبِعُ حَمَامَةً فَقَالَ شَیْطَانٌ یَتَّبِعُ شَیْطَانَةً.** (ابو داوٗد) ''کبوتر بازی میں انہماک کی وجہ سے امورِ دینیہ و دنیویہ سے غفلت کا مفسدہ ہے۔''

(۲) مسجد کی جماعت بلکہ خود نماز سے غافل ہو جانا۔ شراب اور جوئے کے حرام ہونے کی وجہ اللہ تعالیٰ نے یہی بیان فرمائی ہے **یَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ** .

(۳) پتنگ اکثر مکانوں کی چھتوں پر اُڑائے جاتے ہیں، جس سے آس پاس والے گھروں میں بے پردگی ہوتی ہے۔ (باقی صفحہ ۵۷)

گلدستۂ احادیث

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب

دو قطرے اور دو نشان

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

" لَیْسَ شَیْءٌ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مَنْ قَطْرَتَیْنِ وَاَثَرَیْنِ قَطْرَۃُ دُمُوْعٍ مِّنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ وَ قَطْرَۃُ دَمٍ تُھْرَاقُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاَمَّا الْاَثْرَانِ فَاَثَرٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاَثَرٌ فِیْ فَرِیْضَۃٍ مِّنْ فَرَائِضِ اللّٰہِ" (ترمذی ج ا ص ۲۹۶)

"اللہ تعالیٰ کو دو قطروں سے زیادہ کوئی قطرہ اور دو نشانوں سے زیادہ کوئی نشان محبوب نہیں، ایک آنسوؤں کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو دوسرا خون کا قطرہ جو اللہ کے راستے (جہاد) میں گرا ہو۔ رہے دو نشان تو اُن میں سے ایک تو وہ ہے جو اللہ کے راستے (جہاد) میں (زخم لگ جانے کی وجہ سے) پڑا ہو، دوسرا وہ جو اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے کسی فرض کی بجا آوری کی وجہ سے پڑ گیا ہو"۔

دو آنکھیں

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

" عَیْنَانِ لَا تَمَسُّھُمَا النَّارُ عَیْنٌ بَکَتْ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ وَ عَیْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ " (ترمذی ج اص ۲۹۳ باب ماجاء فی فضل الحرس فی سبیل اللّٰہ)

دو آنکھیں ایسی ہیں جنہیں (جہنّم کی) آگ نہیں چھوئے گی۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روتی رہی، دوسری وہ آنکھ جو اللہ کے راستے (جہاد) میں سرحدات کی حفاظت کے لیے بیدار رہی۔

دو قدم

حضرت ابو عبسؓ (عبدالرحمٰن بن جبرؓ) فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا :

" مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَھُمَا حَرَامٌ عَلَی النَّارِ" (ترمذی ج ۱ ص ۲۹۲ باب من اغبرت قدماہ فی سبیل اللّٰہ)

جس شخص کے دونوں قدم اللہ کے راستے (جہاد) میں غبار آلود ہوئے وہ (جہنّم کی) آگ پر حرام ہیں۔

دو گھونٹ

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں :

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان جس قدر گھونٹ پیتا ہے اُن سب میں دو گھونٹ زیادہ محبوب ہیں، ایک مصیبت پر صبر کا دوسرا غُصّہ کو پی جانے کا''۔

(الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۹ ص ۲۴۷ تحت قولہ تعالیٰ بَلْ سَوَّلَتْ لَکُمْ اَنْفُسُکُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ)

بقیہ : بسنت کا تہوار

(۴) بعض اوقات پتنگ اُڑاتے اُڑاتے پیچھے کو ہٹتے ہیں اور نیچے گر جاتے ہیں، چنانچہ اخبارات میں اس قسم کے واقعات شائع ہوتے رہتے ہیں، اِس میں اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے، اور حضور اکرم ﷺ نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے جس پر آڑ نہ ہو۔

(۵) بے جا مال سرف کرنا تبذیر اور حرام ہے، قرآن میں ایسے لوگوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔

پتنگ بازی کا باہم مقابلہ معصیت و تفاخر ہے، جو حرام ہے اور اس پر کفر کا خطرہ ہے، **واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم** (احسن الفتاویٰ ج ۸)۔

نبوی لیل و نہار

﴿ حضرت مولانا سعد حسن صاحب ٹونکی ؒ ﴾

آنحضرت ﷺ کی عاداتِ برگزیدہ خوشبو کے بارے میں :

☆ آنحضرت ﷺ آخر رات میں خوشبو لگایا کرتے۔

☆ سونے سے بیدار ہوتے تو قضائے حاجت سے فراغت کے بعد وضو کرتے اور پھر خوشبو منگا کر لباس پر لگاتے۔

☆ خدمتِ اقدس میں خوشبو اگر ہدیۃً پیش کی جاتی تو آپ ﷺ اُس کو ضرور قبول فرماتے، خوشبو کی چیز واپس کرنے کو ناپسند فرماتے۔

☆ آپ ﷺ ریحان کی خوشبو کو بہت پسند فرماتے۔

☆ مہندی کے پھول کو حضور اقدس ﷺ بہت محبوب رکھتے تھے۔

☆ آنحضرت ﷺ مُشک اور عود کی خوشبو کو تمام خوشبوؤں میں زیادہ محبوب رکھتے۔

☆ آپ ﷺ خوشبو سرِ مبارک پر بھی لگایا کرتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کی عاداتِ پسندیدہ کنگھا کرنے اور تیل لگانے میں :

☆ آنحضرت ﷺ سوتے وقت مسواک کرتے، وضو کرتے اور سر کے بالوں اور ڈاڑھی مبارک میں کنگھا کرتے۔

☆ آنحضرت ﷺ سفر میں ہوتے یا حضر میں ہمیشہ بوقتِ خواب آپ ﷺ کے سرہانے سات چیزیں رکھی رہتیں۔ تیل کی شیشی، کنگھا، سرمہ دانی، قینچی، مسواک، آئینہ اور ایک لکڑی کی چھوٹی سی سیخ جو سر وغیرہ کے کُھجانے کے کام آتی۔

☆ آپ ﷺ کنگھا ہاتھی دانت کا رکھتے۔

☆ آنحضرت ﷺ پہلے ڈاڑھی اور سر مبارک میں تیل لگاتے اور پھر کنگا کرتے۔

☆ ڈاڑھی مبارک میں تیل لگاتے تو ڈاڑھی کے اُس حصہ سے شروع فرماتے جو گردن سے ملا ہوا ہے۔

☆ سر میں تیل لگاتے تو پہلے پیشانی کے رُخ سے شروع فرماتے۔

☆ آپ ﷺ نے اکثر عمر میں سر پر بال رکھے ہیں۔ کبھی کان کی لَو سے اُونچے رکھے، کبھی کان کی لَو تک اور کبھی اِس سے بھی نیچے کاندھے تک۔

☆ شروع میں ویسے ہی چھوڑے رکھتے مانگ نہیں نکالتے مگر بعد کی زندگی میں آپ ﷺ مانگ نکالنے لگے تھے۔

☆ سر کے بالوں میں کثرت سے تیل ڈالنے کے عادی تھے۔ اسی وجہ سے اکثر و بیشتر سر مبارک پر کپڑا ڈالے رکھتے تھے کہ کپڑوں کو چکنائی سے بچائے، چنانچہ یہ کپڑا تیل میں ہر وقت چکنا رہتا۔

☆ آپ ﷺ پانی لگا کر بھی ڈاڑھی مبارک میں کنگھا کیا کرتے تھے۔

☆ آپ ﷺ جب آئینہ میں چہرۂ انور کو دیکھتے تو یہ الفاظ زبانِ مبارک پر ہوتے اَللّٰھُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ وَاَوْسِعْ عَلَیَّ فِیْ رِزْقِیْ ۔

آنحضرت ﷺ کا معمول ناخن کٹوانے میں :

☆ ہاتھ کے ناخن کٹوانے میں آنحضرت ﷺ ترتیبِ ذیل ملحوظ فرماتے :

سیدھا ہاتھ : شہادت کی اُنگلی، بیچ کی اُنگلی، بیچ کی اُنگلی کے برابر والی اُنگلی، چھنگلی۔

اُلٹا ہاتھ : چھنگلی، اس کے برابر والی اُنگلی، بیچ کی اُنگلی، شہادت کی اُنگلی، انگوٹھا، سیدھے ہاتھ کا انگوٹھا۔

☆ پاؤں کے ناخن کاٹنے میں حضور اکرم ﷺ حسبِ ذیل ترتیب ملحوظ فرماتے :

سیدھا پاؤں : چھنگلی سے شروع کرتے اور بالترتیب انگوٹھے تک ختم کرتے۔

اُلٹا پاؤں : چھنگلی سے شروع کرتے اور بالترتیب انگوٹھے تک ختم کرتے۔

☆ آنحضرت ﷺ پندرھویں دن ناخن کٹواتے۔

دینی مسائل

﴿ نفل نماز کے احکام ﴾

مسئلہ : دن کو نفلیں پڑھے تو چاہے دو دو رکعت کی نیت باندھے اور چاہے چار رکعت کی نیت باندھے اور دن کو چار رکعت سے زیادہ کی نیت باندھنا مکروہ تحریمی ہے اور رات کو ایک دم سے چھ چھ یا آٹھ آٹھ رکعت کی نیت باندھ لے تو بھی درست ہے اور اس سے زیادہ کی نیت باندھنا رات کو بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ : اگر چار رکعتوں کی نیت باندھے اور چاروں پڑھنی بھی چاہے تو جب دو رکعت پڑھ کے بیٹھے اُس وقت اختیار ہے التحیات کے بعد درود شریف اور دُعا بھی پڑھے پھر بے سلام پھیرے اُٹھ کھڑا ہو پھر تیسری رکعت پر سبحانک اللھم پڑھ کے اعوذ و بسم اللہ کہہ کے الحمد شروع کرے اور چاہے صرف التحیات پڑھ کے اُٹھ کھڑا ہو اور تیسری رکعت پر بسم اللہ اور الحمد سے شروع کرے پھر چوتھی رکعت پر بیٹھ کر التحیات وغیرہ سب پڑھ کر سلام پھیرے۔ اور اگر آٹھ رکعت کی نیت باندھی اور آٹھوں رکعتیں ایک سلام سے پوری کرنا چاہے تو اسی طرح دونوں باتیں اب چار رکعتوں کے بعد بھی درست ہیں چاہے التحیات، درود شریف اور دعا پڑھ کے کھڑا ہو جائے اور پھر سبحانک اللھم پڑھے اور چاہے التحیات پڑھ کر کھڑا ہو کر بسم اللہ اور الحمد سے شروع کر دے اور اسی طرح چھٹی رکعت پر بیٹھ کر بھی چاہے التحیات، درود شریف و دُعا سب کچھ پڑھ کے کھڑا ہو، پھر سبحانک اللھم پڑھے اور چاہے فقط التحیات پڑھ کے کھڑا ہو کر بسم اللہ اور الحمد سے شروع کر دے اور آٹھویں رکعت پر بیٹھ کر سب کچھ پڑھ کے سلام پھیرے اور اسی طرح ہر دو دو رکعت پر اِن دونوں باتوں کا اختیار ہے۔

مسئلہ : سنت اور نفل کی سب رکعتوں میں الحمد کے ساتھ سورت ملانا واجب ہے اور اگر قصداً سورت نہ ملائے گا تو گناہ گار ہوگا اور اگر بھول گیا تو سجدہ سہو کرنا پڑے گا۔

مسئلہ : نفل نماز کی جب کسی نے نیت باندھ لی تو اب اُس کا پورا کرنا واجب ہو گیا، توڑے گا تو گناہ گار ہوگا اور جو نماز توڑی ہے اُس کی قضا پڑھنا ہوگی۔ لیکن نفل کی ہر دو دو رکعت الگ ہیں، اگر چار یا چھ رکعت کی نیت باندھے تو فقط دو ہی رکعت کا پورا کرنا واجب ہوگا، چاروں رکعتیں واجب نہیں۔ پس اگر کسی نے چار رکعت نفل کی نیت کی پھر دو رکعت پڑھ کے سلام پھیر دیا تو کچھ گناہ نہیں۔

مسئلہ : اگر کسی نے چار رکعت نفل کی نیت باندھی اور ابھی دو رکعتیں پوری نہ ہوئی تھیں کہ نماز توڑ دی تو فقط دو رکعت کی قضا پڑھے۔

مسئلہ : اگر چار رکعت کی نیت باندھی اور دو رکعت پڑھ چکا تیسری یا چوتھی میں نیت توڑ دی تو اگر دوسری رکعت میں بیٹھ کر اُس نے التحیات وغیرہ پڑھی ہے تو دو رکعت کی قضا پڑھے اور ترک سلام کی وجہ سے پہلے دوگانہ کا بھی اعادہ کرے۔ اور اگر دوسری رکعت پر نہیں بیٹھا التحیات پڑھے بغیر بھولے سے کھڑا ہو گیا یا قصداً کھڑا ہو گیا تو پوری چاروں رکعتوں کی قضا پڑھے گا۔

مسئلہ : نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا بھی درست ہے لیکن بیٹھ کر پڑھنے سے آدھا ثواب ملتا ہے اس لیے کھڑے ہو کر پڑھنا بہتر ہے۔ اس میں وتر کے بعد کی نفلیں بھی آ گئیں۔ البتہ بیماری کی وجہ سے کھڑا نہ ہو سکے تو پورا ثواب ملے گا۔

مسئلہ : اگر نفل نماز کو بیٹھ کر شروع کیا پھر کچھ دیر بیٹھے بیٹھے پڑھ کر کھڑا ہو گیا، تو یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ : اگر نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کی پھر پہلی رکعت یا دوسری رکعت میں بیٹھ گیا تو یہ بھی درست ہے

مسئلہ : نفل نماز کھڑے کھڑے پڑھی، لیکن ضعف کی وجہ سے تھک گیا تو کسی لاٹھی یا دیوار کی ٹیک لگا لینا اور اُس کے سہارے کھڑا ہونا بھی درست ہے مکروہ نہیں ہے۔

بعض خاص نفل نمازیں :

بعض نفلوں کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ اس لیے اور نفلوں سے اِن کا پڑھنا بہتر ہے کہ تھوڑی سی محنت سے بہت ثواب ملتا ہے، وہ یہ ہیں :

(١) تحیۃ الوضو (٢) تحیۃ المسجد (٣) اشراق (٤) چاشت (٥) اوابین (٦) تہجد (٧) صلوٰۃ التسبیح

(١) تحیۃ الوضو :

تحیۃ الوضو اِس کو کہتے ہیں کہ جب وضو کرے تو وضو کے بعد (وضو سوکھنے سے قبل ہو تو زیادہ بہتر ہے) دو رکعت نفل پڑھ لیا کرے، حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے، لیکن جس وقت نفل نماز مکروہ ہے اس وقت نہ پڑھے۔

(۲) تحیۃ المسجد :

یہ نماز اُس شخص کے لیے سنت ہے جو مسجد میں داخل ہو، مسجد میں آنے کے بعد بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے۔

مسئلہ : اگر مسجد میں جا کر کوئی شخص بیٹھ جائے اور اُس کے بعد تحیۃ المسجد پڑھے تب بھی کچھ حرج نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ بیٹھنے سے پہلے پڑھ لے۔

مسئلہ : اگر مسجد میں کئی مرتبہ جانے کا اتفاق ہو تو صرف ایک مرتبہ تحیۃ المسجد پڑھ لینا کافی ہے خواہ پہلی مرتبہ پڑھ لے یا اخیر میں۔

مسئلہ : اگر مکروہ وقت ہو تو صرف چار مرتبہ ان کلمات کو کہہ لے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اور اُس کے بعد کوئی درود شریف پڑھے۔

مسئلہ : دو رکعت کی کچھ تخصیص نہیں۔ اگر چار رکعت پڑھی جائیں تب بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر مسجد میں آتے ہی کوئی فرض نماز پڑھی جائے یا اور کوئی سنت ادا کی جائے تو وہی فرض یا سنت تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جائے گی یعنی اِس کے پڑھنے سے تحیۃ المسجد کا ثواب بھی مل جائے گا اگرچہ اس میں تحیۃ المسجد کی نیت نہیں کی گئی۔

(۳) اشراق کی نماز :

اِس کا طریقہ یہ ہے کہ جب فجر کی نماز پڑھ چکے تو جائے نماز پر سے نہ اُٹھے۔ اسی جگہ بیٹھے بیٹھے درود شریف یا کلمہ یا کوئی وظیفہ پڑھتا رہے اور اللہ کی یاد میں لگا رہے۔ دُنیا کی کوئی بات چیت نہ کرے نہ دُنیا کا کوئی کام کرے، جب سورج نکل آئے اور اُونچا ہو جائے تو دو رکعت یا چار رکعت پڑھ لے تو ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملتا ہے۔ اُونچائی کی حد ایک نیزہ ہے اور یہ اُس وقت ہوتی ہے جب سورج کی طرف دیکھنے سے آنکھیں چندھیانے لگیں۔ اور اگر فجر کے بعد کسی دُنیا کے دھندے میں لگ گیا پھر سورج اُونچا ہونے کے بعد اشراق کی نماز پڑھی تو بھی درست ہے لیکن ثواب کم ہو جائے گا۔

(۴) چاشت کی نماز :

جب سورج خوب زیادہ اُونچا ہو جائے اور دھوپ تیز ہو جائے تب کم سے کم دو رکعت پڑھے یا اس سے

زیادہ پڑھے یعنی چار رکعت یا آٹھ رکعت یا بارہ رکعت پڑھ لے اِس کو چاشت کہتے ہیں اِس کا بھی بہت ثواب ہے۔

(٥) اوابین کی نماز :

مغرب کے فرض اور سنتوں کے بعد کم سے کم چھ رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعتیں پڑھے۔ بعض نے سنت ملا کر چھ رکعتیں شمار کی ہیں۔

(٦) تہجد کی نماز :

آدھی رات کے بعد اُٹھ کر نماز پڑھنے کا بڑا ثواب ہے اِسی کو تہجد کہتے ہیں۔ یہ نماز اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مقبول ہے اور سب سے زیادہ اِس کا ثواب ملتا ہے۔ تہجد کی کم سے کم چار رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔ اگر وقت یا ہمت نہ ہو تو دو ہی رکعتیں سہی۔ اگر پچھلی رات کو ہمت نہ ہو تو عشاء کے بعد پڑھ لے مگر ویسا ثواب نہ ہوگا۔ (جاری ہے)

اخبارالجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

یکم دسمبر کو جناب خرم کرامت صاحب سعودی عرب سے اور مولانا مفتی محمود صاحب مظفر آباد سے بعد عصر جامعہ مدنیہ جدید میں تشریف لائے اور حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب سے مختلف اُمور پر گفتگو ہوئی۔

مولانا سید مسعود میاں صاحب نائب مدیر''انوار مدینہ'' و ناظم ''الحامد ٹرسٹ'' ۲۹؍دسمبر کو سفرحج پر تشریف لے گئے۔ اسی طرح مدرسین جامعہ مدنیہ جدید مولانا محمد حسن صاحب ۳۰؍دسمبر اور مولانا خلیل صاحب ۱۸؍دسمبر کو امسال حج پر تشریف لے گئے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور آسان فرمائے۔ آمین۔

✡ ✡ ✡